مردانِ جاوید کی داستانیں

مردانِ جاوید کی داستانیں

برائے ایصال ثواب

محترمہ حاجیانی ذاکرہ مریم بائی وکیل

اور تمام مومنین و مومنات

فہرست

مقدمہ ۹

خیالات سے واقف ہیں ۱۱

بے فکر رہو ۱۳

ہم ساتھ ہیں ۱۴

مسجد سہلہ میں نور کا مشاہدہ ۱۵

نماز میں تجرد نفس ۱۶

نصوح زمان علی گندابی ۱۷

اختیاری موت ۲۰

برزخی آنکھیں ۲۲

ناجائز نگاہ سے چشم پوشی کی جزا ۲۵

صلوات نورانی موجودات کے نزول کا باعث ہے ۲۶

آب حیات ۲۷

شہادت کے بعد ملاقات ۲۹

معصیت سے فرار ۳۰

مقام لقاء ۳۲

طی الارض اور علم کیمیا ۳۴

مجذوب سالک ۳۶
اذکار الٰہی کی طاقت ۳۹
شیر کی اطاعت ۴۱
برزخ کا سفر ۴۲
اپنی امانت میرزا سے لو ۴۶
مغرور نہ ہونا ۵۲
سونے کو ہاتھ نہ لگانا ۵۳
باطن سے ہدایت ۵۴
ناشناس راہنما ۵۵
بی بی کا نام گرہ گشا ہے ۵۷
چند ثانیے ۵۹
پیاس کی شدت ۶۰
پتھر کے آنسو ۶۱
آگ کے شعلے ۶۳
بجلی کا طواف ۶۴
حقوق کی ادائے گی کا اثر ۶۵
یا زوج البتول ۶۷
ہم تمہیں بھولے نہیں ہیں ۶۹

باطن شناس ۷۱
صاحب تصویر ۷۳
باطل کی شکست ۷۵
حدیث اہلبیتؑ کا اعجاز ۷۶
پیسہ کبھی ختم نہ ہوگا ۷۸
ایک بہت بڑا راز ۸۰
علیک السلام ۸۲
بساط سلیمانی کا راز ۸۳
الٰہی عطا ۸۴
بارہواں مھدیؑ ہے ۸۵
فلاسفہ بھی تعظیم کے لئے اٹھ گئے ۸۹
یہ ہوکر رہے گا ۹۱
نفس رحمٰن ۹۳
آقا نہیں ہیں ۹۶
میرا وظیفہ کیا ہے؟ ۹۸
بخشش مانگنے کا نیا انداز ۱۰۰
نماز کا اعجاز ۱۰۲
نماز، مخزن اسرار ۱۰۵

موجودات کا سجدہ ۱۰۶
تزکیہ نفس یا ریاضت نفس ۱۰۷
مستجاب الدعوۃ ۱۰۹
ذکر سریع الاجابۃ ۱۱۲
شہد کی شیرینی کا راز ۱۱۳
گرانبہا خزانہ ۱۱۴
شیطان کی خلقت کا راز ۱۱۵
تیر تقدیر ۱۱۷
نقد تقدیر ۱۱۸
نفس کے حیلے ۱۲۰
دوستی کی مشکلات ۱۲۲
کشتہ جلال ۱۲۳
مقام ولی ۱۲۴
خدا کا گلہ ۱۲۵
بچوں سے عبرت لینا ۱۲۷

منابع

قرآن کریم
نہج البلاغہ
بحارالانوار
پرواز در ملکوت
کشف الاسرار
کرامات علماء
برگی از دفتر توحید
کرامات وحکایات عاشقان خدا
خاطرات ماندگار
آفتاب خوبان
در محضر استاد
فریادگر توحید
راز ونیاز
انوار روح اللہ
صحیفہ دل
روح وریحان
در کوی بی نشان ہا
برگی از دفتر توحید
تا دیدار سیمرغ
در محضر بزرگان
کرامات الصالحین
عرفان وحماسہ
فوائد صلوات
تفسیر فخر رازی
برداشتھایی از سیرہ امام
پا بہ پای آفتاب

داستان عارفان

صلوات بر محمد وآل محمد

کرامات العلویۃ

تاریخ عباس

در آسمان معرفت

معادشناسی

مردن علم در میدان عمل

روضات الجنات

کیمیای محبت

سیری در آفاق

جمال سالکین

در دیار صالحان

ارمغان تہذیب

الفضائل

محجۃ البیضاء

قتیل سحر

اسوہ عرفان

مہر تابان

طبیب دلہا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدّمہ

خدا کی راہ میں معنوی اور روحی کمالات کو حاصل کرنا اور روح و بدن کو ایک ساتھ پرورش دینا صرف اور صرف ائمہ معصومینؑ اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیک ہونے اور ان کا تقرب حاصل کرنے میں ہے، اس راہ میں قرآن کی نورانی آیات اور دین کے اولیاء کی اتباع بنیادی شرط ہے۔

لہذا اگر ہم اس راہ میں پوری طرح قرآنی فرامین کے پابند اور دین کے اولیاء کے کہنے پر چلتے رہے اور اپنے دل کو غیر خدا کی محبت اور تعلقات سے پاک کرلیا تو ہم بھی اس راہ میں انہیں چیزوں کو دیکھیں اور سنیں گے جسے اولیاء الٰہی دیکھا کرتے ہیں اور سنا کرتے ہیں، اسلئے کہ جیسے جیسے دل پاک ہوتا جاتا ہے اور شرک کی آلودگیاں ختم ہوتی جاتی ہیں، ویسے ویسے اس کی نورانیت بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ ''لم یسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن؛ مجھے آسمان و زمین اپنے اندر جگہ نہ دے سکے لیکن مومن کے دل نے مجھے جگہ دی'' کا مصداق بن جاتا ہے اور پھر خلیفۃ اللہ بن کر پوری کائنات کو اپنے لئے تسخیر کرلیتا ہے اور اسے اپنے اختیار میں لے لیتا ہے۔

ہماری دنیاوی زندگی دنیا و آخرت کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس سے ہمیں گذر کر بارگاہ معبود میں پہنچنا ہے لیکن بہت سے لوگ اسی چھوٹی سی زندگی سے اس طرح وابستہ ہوجاتے ہیں کہ گویا وہ اسی دنیا کے لئے پیدا ہوئے ہیں، وہ اپنی اصل

بھلا کر غیر خدا کو اپنے دل میں بسا لیتے ہیں، جب کعبہ وجود غیروں کی محبت کے بت سے آلودہ ہو جاتا ہے تو اس دل کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ وہ تاریک ہو جاتا ہے کہ جسے وہ اپنی عمر کی آخری سانسوں تک سمجھ نہیں پاتا۔

اسے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ خدا کو بھلا کر دنیا کے خزانے بھی حاصل کر لے تو کوئی فائدہ نہیں ہے، اسلئے کہ اسے آخرت کے سفر کے لئے دنیا سے صرف دو گز کفن اور نیک اعمال کی ضرورت ہے جسے وہ خدا کو بھلا کر حاصل نہیں کر سکتا، دنیا کے جھمیلوں میں گرفتار ہو کر وہ معنویات سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ جس کے بعد وہ خدا اور رسول کے فرامین کے مقابلہ میں اپنے دور روزہ منصب کو ہر ایک سے زیادہ اہمیت دینے لگتا ہے، نماز جو پروردگار کی ملاقات کا واحد ذریعہ ہے اسے فریضہ سمجھ کر پڑھتا ہے، نماز میں خدا سے عشق بازی درکنار اسے نماز رکوع وسجود کا مجموعہ دکھائی دیتا ہے جسے وہ بڑی آسانی سے اپنے دنیاوی امور کے مقابلہ میں حقیر بنا دیتا ہے۔

لیکن جو خدا کے عاشق ہوتے ہیں، اس کی کہی مانتے ہیں اور اپنے دل میں اسی کی یاد کو بساتے ہیں، اس کے غیروں سے بھاگتے ہیں اور صبح وشام اس کے ذکر کے ذریعہ اپنے کعبہ وجود کو پاک کرتے ہیں، وہ اس جہان میں نادار ہوتے ہوئے بھی بساط سلیمانی پر سفر کرتے ہیں، دنیا انہیں مسکین سمجھتی ہے لیکن وہ سلیمانی طاقتوں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔

ہماری بارگاہ خداوندی میں بس یہی دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو شرک سے پاک کرے اور ہمیں اپنے عشق سے آشنا کر دے تاکہ ہم بھی اس کے اولیاء کی طرح اس سے راز ونیاز کر سکیں اور محراب معشوق میں دو رکعت نماز عشق پڑھ سکیں۔

منہال حسین خیر آبادی

خیالات سے واقف ہیں

شہید علامہ عارف حسین الحسینیؒ (پاکستان کے عظیم رہبر) کے ڈرائیور عباس کا بیان ہے:

ایک مرتبہ عید قربان سے دو دن قبل آپ ملک کے کسی شہر کا دورہ کر کے پشاور گھر تشریف لائے تو عباس ڈرائیور کو بلا کر پانچ سو روپے دیئے کہ وہ آپ کی والدہ محترمہ کے لئے کچھ چیزیں لائے ہیں کیونکہ آپ کو اگلے روز عید کے لئے اپنے آبائی گاؤں کا پیواڑ جانا تھا، آپ رقم دے کر گھر کی بالائی منزل پر سونے چلے گئے، عباس نے بتایا کہ میں رقم لے کر تھوڑی دیر کے لئے مدرسہ میں بیٹھ گیا اور بازار جانے سے قبل کچھ مایوس ہوا کہ آقا نے دو ماہ سے تنخواہ نہیں دی اور آج عید کے لئے بھی کچھ عطا نہیں کیا جو کہ خلاف توقع تھا۔

مایوسی اور خیالات میں گم آپ کے گھر کی سیڑھیوں میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ پرسوں عید ہوگی، آقا نے مجھے بچوں کے لئے کچھ دیا بھی نہیں اور اب میں کس سے جا کر قرض مانگوں اور کس سے اپنی مجبوری کا اظہار کروں؟ پھر خیال آیا کہ مدرسہ کے سیکریٹری سے دو ہزار روپے قرض لے لوں اور اسے تنخواہ ملنے کے بعد لوٹا دوں گا، میں سوچوں میں گم ہی تھا کہ سیڑھیوں پر آہٹ محسوس ہوئی پیچھے مڑ کر دیکھا تو علامہ عارف حسین الحسینی اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے آرہے ہیں، میں احتراماً اٹھ کھڑا ہوا آپ نے جیب سے کچھ رقم نکالی اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا: جاؤ بازار سے اپنے بچوں کے لئے بھی چیزیں خرید لو، میں نے

احتراماً عرض کیا: آقا صاحب! میرے پاس رقم ہے، میرا جملہ سن کر آپ نے نظروں میں نظریں ڈالتے ہوئے فرمایا: ''اگر آپ کے پاس رقم تھی تو پھر یہاں بیٹھے کیا سوچ رہے تھے؟

آپ رقم دے کر واپس گھر چلے گئے، عباس نے رقم گنی تو اتنی ہی تھی جتنی وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے سوچ رہے تھے، بقول عباس کے وہ مسجد میں گئے توبہ کی آئندہ وہ ایسے ملکوتی انسان کے بارے میں کبھی ایسا نہیں سوچیں گے۔[۱]

○

روشنی تیرے سفیروں کا نشان باقی ہے
دامن شب میں چراغوں کا دھواں باقی ہے
مسکرائیں بھی کسی رات میں کیسے عارف
آنکھ میں تیری جدائی کا سماں باقی ہے

○

۱۔ قتیل سحر ص ۱۵۴

بے فکر رہو

برادر محمد علی ڈیرہ غازی خان نے شہید حسین الحسینیؒ کی روحانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''میں نے آئی ایس او کے اجتماعات میں کئی بار سید عارف حسین الحسینی کو دیکھا، کئی بار ان کے قریب بیٹھا مگر کبھی بات کرنے کا موقع نہ ملا کیونکہ آپ کے رعب اور نورانی جلال کی وجہ سے کبھی جسارت نہ ہوئی، آپ کی شہادت کے بعد اچانک میں بیمار ہو گیا یہاں تک کہ میرا مرض لاعلاج تصور کیا گیا، جب زندگی کی کوئی امید نظر نہ آئی تو میں ایک دن یہی سوچنے لگا کہ دنیا سے چلا جاوں گا، آئی او اور I.S.O کے محبوب دوستوں سے بچھڑ جاؤں گا۔

آئی، ایس، او، کے خوبصورت و دلکش اجتماعات ہوں گے مگر میں نہیں ہوں گا، یہی سوچتے اور اشک بہاتے بہاتے رات کو سو گیا، اچانک خواب دیکھا کہ علامہ عارف حسین الحسینی میرے پاس آئے اور مجھ سے پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی: میں نے اشک بار آنکھوں سے داستان غم سنائی تو انہوں نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور میرے جسم پر پھیر دیا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ بے فکر رہو، بس صبح ہوئی اور طبیعت سنبھلنے لگی، مرض کافور ہونے لگا اور نئی زندگی کے ساتھ میں آج بھی آئی، ایس، او کے اجتماعات سے لطف اندوز ہوتا ہوں [1]!

۱۔ قتیل سحر ص ۱۵۹

ہم ساتھ ہیں

جب شہید علامہ حسین الحسینیؒ کی شہادت کے بعد آپ کے مدرسہ کے چوکیدار عبداللہ کو قتل کے کیس میں ہونے کے شبہ کی بنا پر گرفتار کرلیا تو عبداللہ کا بیان ہے کہ

جب جیل میں قید ہوئے کافی دن ہو گئے اور کوئی شخص میری ضمانت کے لئے نہ آیا تو میں ایک دن اداسی کے عالم میں گم تھا کہ اچانک میری بچی کا خط آیا، جس پر تحریر تھا: ''ابا جان! آپ کے خلاف چند لوگوں نے پروپیگنڈہ کیا ہے کہ آپ علامہ عارف حسین الحسینی کے قاتل ہیں اگر ایسا ہوا تو خدا آپ کو معاف نہیں کرے گا، یہ باتیں سن کر امی دماغی توازن کھو بیٹھی ہیں، اکلوتا بھائی سخت بیمار ہے او آپ کی ضمانت کرانے کے لئے کوئی شخص بھی تیار نہیں ہے''۔

یہ خط پڑھ کر مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی، میں بے پناہ رونے کے بعد سو گیا خواب میں دیکھا کہ شہید قائد تشریف لائے ہیں، اداسی کی وجہ معلوم کر رہے ہیں میں نے گھر کے حالات بتائے تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''فکر نہ کرو میں کل کسی کو تمہاری ضمانت کے لئے بھیجوں گا''۔

صبح ہوئی تو پولیس والے نے مجھے اطلاع دی کہ تمہارا ملاقاتی آیا ہے، میں گیٹ پر آیا تو احسان اللہ ہزارہ کو دیکھا، اس نے مجھ سے کیس کی نوعیت پوچھی اور بیس ہزار پر میری ضمانت کرائی اور میں دوسرے روز جیل سے باہر آ گیا۔[۱]

۱۔ قتیل سحر ص ۱۵۸

مسجد سہلہ میں نور کا مشاہدہ

آیت اللہ حاج شیخ عباس ہاتف قوچانی بیان کرتے ہیں:

آیت اللہ بہجت کو مسجد سہلہ سے خاص دلبستگی تھی جس کی وجہ سے مسجد سہلہ زیادہ جایا کرتے تھے اور پوری رات وہیں گذارتے تھے۔

ایک رات جب وہاں عبادت میں مصروف تھے، چونکہ اس زمانے میں مسجدیں رات کے وقت تاریک رہا کرتی تھیں لہذا جب آپ کو وضو کی ضرورت ہوئی تو چونکہ وضو خانہ مسجد سے باہر شرقی سمت میں واقع تھا تو وہاں تک جانے میں آپ کے اندر معمولی خوف کا احساس ہوا تو اچانک آپ کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جو آپ کے آگے آگے چلنے لگا، اس کی روشنی میں وضو خانہ تک تشریف لے گئے اور وضو کیا، وہ نور برابر آپ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ آپ دوبارہ اپنی جگہ لوٹ گئے۔[۱]

۱۔ فریادگر توحید، ص ۱۷۵

نماز میں تجرد نفس

حوزہ علمیہ قم کے ایک مجتہد کہ جن کا نام ان کی سفارش کے مطابق یہاں ذکر نہیں کرسکتا، وہ بیان کرتے ہیں:

۱۳۰۶ھ ش میں ہم آیت اللہ محمد آقا تہرانی، آیت اللہ نصر اللہ مستنبط، آیت اللہ میرزا علی ہمدانی، آیۃ اللہ سید حسن شالوی، آیت اللہ بہجت اور مشہد کے ایک تاجر کے ہمراہ مشاہد کربلا کی زیارت کے لئے نجف سے خارج ہوئے، اس وقت ہم سب جوان تھے اور آیت اللہ بہجت نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی، ہم نے مسجد سہلہ میں نماز مغرب وعشاء ادا کی اور پیادہ کربلا کی جانب روانہ ہوگئے، صبح کے وقت مقام ''مصلیٰ'' پہنچ گئے، وہاں ہم نماز صبح کے لئے حضرت آیۃ اللہ بہجت کی اقتدا میں کھڑے ہوگئے، آپ نے نماز میں سورہ ''انا انزلناہ'' کی تلاوت کی، میں دوسری صف میں تھا کہ اچانک میں آپ کے تجردی حالت کی طرف متوجہ ہوگیا، آپ کی روح آپ کے آگے کھڑی ہوگئی، آپ سورہ انا انزلناہ کی تلاوت میں مشغول رہے اور آپ کا جسم آپ کی روح کی اقتدا کئے ہوئے ہے، ہم نے اس سفر میں آپ کے ایسے حالات بارہا مشاہدہ کئے۔[۱]

۱۔ فریادگر توحید، ص ۱۲۴

نصوح زمان، علی گندابی

آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا حسن شیرازی کی مرجعیت کے زمانے میں ایک شخص تھا جو غنڈہ گردی، فساد و فحشاء اور فتنہ و فساد میں مشہور زمان تھا لیکن اس کے اندر بعض ایسے فضائل تھے جو اس کی نجات کا باعث بنے، ایک دن اپنے امور سے فارغ ہو کر ہمدان کے ایک سر سبز و شاداب منطقہ عباس آباد کے ایک ہوٹل پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سلسلہ میں لوگوں کا بیان ہے کہ وہ نہایت خوبصورت اور جذاب تھا، اس کے دوست کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ علی نے اپنے سر سے مخملی ٹوپی اتار کر زمین پر دے ماری اور اسے پیروں میں دبالیا، اپنے بالوں کو پریشان اور اپنے اوپر ایک دیوانگی کی کیفیت طاری کر لی، یہ دیکھ کر میں نے کہا: علی! یہ کیا کر رہے ہو؟ دیوانے ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، بس تھوڑی دیر خاموش رہو، تھوڑی دیر کے بعد اس نے زمین سے اپنی ٹوپی اٹھائی اسے صاف کیا اور اپنے بالوں کو سنوار کر اسے سر پر رکھ لیا، پھر میں نے اس سے ماجرا پوچھا؟

اس نے کہا: ابھی تم نے دیکھا کہ ایک صاحب جمال عورت اپنے ایک معمولی شوہر کے ساتھ گذری، اسے دیکھ کر فوراً میں نے اپنی ٹوپی زمین پر پھینکی اور اپنے بالوں کو خراب کر دیا تاکہ وہ مجھے دیکھ کر اپنے شوہر کی جانب سے بے رغبت یا اس کی محبت اپنے شوہر سے کم نہ ہو جائے، ہمدان کے ایک عالم دین کا بیان ہے کہ ایک دن میں گئے رات کو ''دہ

حصار" گاؤں سے مجلس پڑھ کر لوٹ رہا تھا کہ دیکھا شہر کا دروازہ بند ہو چکا ہے، لہذا کنڈی کھٹکھٹائی، دروازے کے پیچھے علی گندابی تھا، بلند آواز سے سوال کیا: کون ہے؟

میں نے جیسے ہی اس کی آواز سنی فوراً سمجھ گیا کہ علی گندابی ہے، کہا: شیخ حسن ہوں، اس نے کہا: شیخ حسن! ابھی تک کہاں تھے جو اس وقت آرہے ہو؟ میں نے کہا: دہ حصار گیا ہوا تھا، بقیہ سوال کل صبح پوچھ لینا، ابھی دروازہ تو کھولو، خیر اس نے دروازہ کھولا اور میں اندر داخل ہوا، اس نے پوچھا: شیخ حسن! کس لئے دہ حصار گئے تھے؟ اس نے خوب شراب پی رکھی تھی جس کی وجہ سے اس کے منھ سے بری طرح شراب کی بد بو آرہی تھی، میں نے کہا: مجلس پڑھنے گیا ہوا تھا، اس نے کہا: شیخ حسن! ہم جیسے نجس لوگوں کو سید الشہداء کی مجلس نصیب کہاں؟

شیخ حسن! آؤ ہمارے لئے بھی ایک مجلس پڑھو تا کہ ہمیں بھی تھوڑا بہت ثواب مل جائے، میں نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے کہا: علی! مجلس پڑھنے کے لئے منبر کی ضرورت ہے، اما مباڑے کی ضرورت ہے، تبرک کی ضرورت ہے، اس طرح تو مجلس نہیں پڑھی جاسکتی، اس نے کہا: مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم، اس وقت آپ کو مجلس پڑھنا ہوگی (اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے مختلف بہانے کئے لیکن سب بے سود رہے) پھر میں نے کہا: ان سب کو چھوڑو لیکن منبر کے بغیر میں کیسے مجلس پڑھ سکتا ہوں؟

یہ سنتے ہی وہ جھکا اور کہنے لگا شیخ حسن! یہ رہا منبر اب مجلس پڑھو، یہ صورت حال دیکھ کر میرے لئے بہانوں کے سارے راستے بند ہو چکے تھے لہذا مجبور ہو کر اس کی پیٹھ پر

بیٹھا، مجلس شروع کرنے والا ہی تھا کہ اس نے کہا: شیخ حسن! بھولنا نہیں کہ میرے لئے صرف قمر بنی ہاشم کے مصائب پڑھنا۔

میں نے قمر بنی ہاشم حضرت ابوالفضل علیہ السلام کے فضائل پڑھے، اس رات جس قدر میں نے گریہ کیا کبھی اور نہ کیا تھا اور اسی طرح علی گندابی کا بھی رو رو کر برا حال تھا، مصائب تمام ہونے کے بعد علی گندابی نے کہا: شیخ حسن! میں آپ کو کوئی پیسہ نہیں دے سکتا اِس لیے کہ میرا سارا پیسہ نجس ہے لہٰذا ایسا پیسہ نہیں دیا جا سکتا، آپ کا اجر قمر بنی ہاشم کے حوالے، میں نے کہا: علی! میں نے کب پیسہ کا سوال کیا، مجھے کوئی پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، خیر وہ رات گذری۔

لیکن دوسرے دن صبح ہوتے ہی کسی نے علی گندابی کو نہیں دیکھا، ایک دن گذرا دو دن گذرا یہاں تک کہ ایک مہینہ گذر گیا لیکن علی گندابی کہیں نہیں ملا اور کسی کو بھی اسکی کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں گیا، ایک دن کسی نے خبر دی کہ وہ نجف چلا گیا ہے اور آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا حسن شیرازی کی ملازمت اختیار کر لی ہے اور انہیں کی خدمت میں مشغول ہو گیا ہے، علی گندابی اب پہلے والا علی گندابی نہیں تھا، اس نے توبہ کر لی تھی بلکہ اس طرح توبہ کی تھی اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا تھا کہ کبھی کبھی آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا حسن شیرازی نماز کے بعد اس سے کہا کرتے: علی! جب حرم جانا تو میرے لئے دعا کرنا تا کہ جو مشکل میرے لئے پیش آئی ہے وہ دور ہو جائے۔[1]

۱۔ کرامات و حکایات عاشقان خدا، ص ۴۴

اختیاری موت

علماء اور عرفاء کے درمیان ایک یہ بحث جاری رہتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان ایک خاص روحی کیفیت میں پڑ جائے، بعض امور سے دوری کر لے، دنیا اور اس کی زینتوں سے منھ موڑ لے، تکبر، شہوت اور انہیں جیسی دیگر مذموم صفات سے مبرا ہو جائے تو اس میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ وہ چاہے تو اپنی روح کو اپنے بدن سے جدا کر سکتا ہے اور دوبارہ اسے اپنے بدن میں لوٹا سکتا ہے، اسی سلسلہ میں علامہ حسینی تہرانی نقل کرتے ہیں: حکیم ہید جی جو فلسفہ میں ید طولانی رکھتے تھے اور انھوں نے بڑے بڑے شاگردوں کی تربیت بھی کی لیکن وہ موت اختیاری کے مخالفین میں سے تھے، اتفاق سے ایک دن ان کا یہ نظریہ بدل گیا، اس سلسلہ میں نقل ہوا ہے: ایک دن غروب کے وقت ایک دیہاتی شخص ان کے کمرے میں داخل ہوا، سلام کے بعد اس نے سوال کیا: کیا آپ موت اختیاری کے مخالف ہیں؟

حکیم ہید جی جواب دیتے ہیں: ہاں میں مخالف ہوں، اس دیہاتی شخص نے کہا: آپ کے پاس اس مخالفت کی کیا دلیلیں ہیں؟ حکیم ہید جی جواب دیتے ہیں: ہم یونہی تو مخالفت نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم نے آج تک جو کچھ پڑھا ہے اور غور و فکر کیا ہے اور جہاں تک کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، یہ سن کر وہ دیہاتی شخص فوراً

زمین پر روبقبلہ لیٹ جاتا ہے اور کہتا ہے: ''اگر آپ کو موت اختیاری قبول نہیں ہے تو پھر خود اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ کریں!''

حکیم ہید جی حیرت زدہ کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں، اس نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور اس کی روح بدن سے خارج ہوگئی، حکیم ہید جی یہ دیکھتے ہی پریشان ہوگئے اسلئے کہ وہ واقعاً مر چکا تھا، بہت پریشان ہوئے، اسلئے کہ اگر حکومت کو معلوم ہوجائے تو علماء سے عناد کی وجہ سے انہیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اس مشکل سے خلاصی کے لئے مدرسہ کے طالب علموں کو آواز دی اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور اسے دفن کرنے کے لئے مدد مانگی۔

سب نے مل کر یہی مشورہ دیا کہ اسے رات کی تاریکی میں دفن کردیا جائے لہذا مدرسہ کے نگہبان نے لوگوں کی نظروں سے بچ کر ایک تابوت کا انتظام کیا، اب جیسے ہی اسے تابوت میں رکھنے کے لئے اٹھایا تو وہ دیہاتی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا، حکیم ہید جی سے مخاطب ہوکر کہنے لگا: ''کیا اب مان گئے کہ موت اختیاری ایک حقیقت کا نام ہے؟ حکیم ہید جی نے کہا: ہاں! مان گیا لیکن آج تو نے مجھے مار ہی ڈالا تھا، وہ دیہاتی مسکرایا اور کہنے لگا: آقا! لکھنا پڑھنا اپنی جگہ لیکن سیر وسلوک اور راتوں میں مناجات بھی ضروری ہے، اس واقعہ کے بعد حکیم ہید جی بالکل بدل گئے، درس وتدریس کے بعد سیر وسلوک کی راہ لی اور ان کا شمار عارفوں سے ہونے لگا۔[1]

۱۔ کرامات وحکایات عاشقان خدا، ص ۴۷

برزخی آنکھیں

انسان کی زندگی میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں، پہلی چیز یہ ہے کہ وہ کلام کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لے اس لئے کہ انسان اپنے کلام کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''تکلموا تعرفوا'' (نہج البلاغہ) اور دوسری چیز کسی چیز کے ذریعہ متاثر ہونا ہے، اس سلسلہ میں اپنے اور دیگر چیزوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردے کہ اسے کوئی بھی چیز آسانی سے مرعوب نہ کرسکے اور عمل کے میدان میں اس مقام پر پہنچ جائے کہ جہاں پر پہنچنے کے بعد آنکھیں برزخی ہوجاتی ہیں، جس کے بعد آنکھیں انسانوں کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے لگتی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اگر تم اپنے حالات کی طرف متوجہ رہو تو جو میں دیکھتا ہوں اسے تم بھی دیکھو گے اور جو میں سنتا ہوں اسے تم بھی سنو گے'' [۱] احادیث کے مطابق قیامت کے دن یہ کیفیت ہر ایک کے لئے حاصل ہوجائے گی کہ وہ ہر ایک کو ان کی اصلی صورت میں دیکھیں، جس نے جیسا کیا ہوگا اسے اسی صورت میں دیکھیں گے لیکن وہ لوگ کہ جو اہل ولایت ہوتے ہیں۔ توحید کے مالک اور صاحب اسرار ہوتے ہیں، وہ اسی دنیا میں اپنی قیامت کو طے کرتے ہیں، ہر ایک کو اس کی اصلی صورت میں دیکھتے ہیں، اس

۱۔ محجۃ البیضاء، ج ۲ ص ۱۲۵

راہ میں وہ لوگ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ جس کی خبر امیر المومنین علی علیہ السلام نے دی ہے: "لو کشف الغطا لما ازددت یقینا"[1] یہ وہ مقام ہے کہ جہاں پر ظاہر و باطن، دور و نزدیک سب ایک ہو جاتا ہے۔

آیۃ اللہ بہاء الدینی کے سلسلہ میں برگزار ہونے والے سیمینار میں حوزہ علمیہ قم کے ایک برجستہ استاد نے اپنے تقریر میں بیان فرمایا: "یہ آیۃ اللہ بہاء الدینی کی وعدہ گاہ ہے، یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں آنکھ اور کان کچھ اور ہی سنتے اور دیکھتے ہیں، نہج البلاغہ کے دوسوبیس (۲۲۰) نمبر خطبہ میں فرماتے ہیں: "ھم یرون مالا یرون الناس و یسمعون مالا یسمعون" کان کچھ اور سنتا ہے اور آنکھیں اور کچھ اور دیکھتی ہیں، سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے افکار آشکار ہوتے ہیں، کچھ لوگ آیۃ اللہ بہاء الدینی کی خدمت میں آئے تو ان میں سے کسی ایک نے کہا: آقا! مجھے نصیحت کریں۔

آپ نے فرمایا: "مشرک نہ ہونا اور اگر شرک سے دوری کر لی تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا" وہ شخص دوبارہ کہتا ہے: "آقا میرے لئے دعا کریں، آپ نے فرمایا: "انسان بنو تا کہ دعا تمہارے حق میں موثر واقع ہو" اور جب وہ جانے لگا تو پھر کہا: "آقا! جب میں حج پر گیا تھا تو وہاں میں نے آپ کے لئے بھی ایک طواف کیا تھا" آپ نے فرمایا: "انسان بنو تا کہ طواف تمہارے اور دیگر لوگوں کے حق میں مفید ہو" کوئی اس خیال سے کہ آیۃ اللہ بہاء الدینی اس کے احوال سے باخبر نہیں ہیں کہنے لگا:

۱۔ الفضائل، ص ۱۳۷، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۵۳، ح ۵۴

''آقا! یہ شخص فلاں جگہ کا ہے اور بڑے اثر ورسوخ کا مالک ہے۔

آپ نے فرمایا: ''ایسا لگ رہا ہے کہ آپ لوگوں کو میری بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ انسان جب تک انسان نہیں بنتا اس وقت تک دعا موثر نہیں ہوسکتی'' حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا: ''تو نے وہاں اپنے آپ کو واسطہ بنا رکھا ہے، اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، اپنی موقعیت اور پوسٹ کے ذریعہ لوگوں کی تحقیر کرتے ہو ''ہاں! ''یرون مالا یرون'' وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ جسے عوام دیکھنے سے محروم ہے۔[۱]

۱۔ ارمغان تہذیب، ص۸۶

ناجائز نگاہ سے چشم پوشی کی جزا

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ٹیکسی کے ذریعہ شہر تہران کے میدان سپاہ سے گذر رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک خوبصورت عورت کو چادر اوڑھے سڑک کے کنارے کھڑے دیکھا لیکن فوراً اپنی نظروں کو پھیر لیا اور اسے سوار کر کے اس کے مقصد تک پہنچا دیا۔

جب دوسرے دن صاحب کشف وکرامات رجب علی خیاط کی خدمت میں پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی اس داستان کو اس طرح بیان کیا کہ جیسے وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں اور پھر فرمایا:

تم نے جس قد کشیدہ اور خوبصورت عورت کو دیکھ کر اپنی نظروں کو پھیرا اور استغفار کیا خدا نے اس کے نتیجہ میں جنت میں ایک محل ذخیرہ کر دیا ہے اور اسی شکل وصورت کی ایک حور تمہارے لئے خلق کی ہے۔[1]

ا۔ کیمیای محبت ص ۱۰۸

صلوات نورانی موجودات کے نزول کا باعث ہے

مرحوم آیۃ اللہ حاج شیخ حسن علی نخودکیؒ فرماتے ہیں: مشہد میں ایک ہندی سید مقیم تھا جو ریاضت وغیرہ کیا کرتا تھا، سید صحاف کہ جس نے اس سید سے ملاقات کی تھی، اس کا بیان ہے ''میں نے آقا سے کسی ذکر کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''سب سے پہلے حلال پیسوں سے اپنے لئے لباس اور خوراک وغیرہ مہیا کرو اس کے بعد میں ذکر دوں گا، اس کے بعد میں مختلف قسم کے لباس اور خوارک وغیرہ لے کر ان کی خدمت میں گیا، آپ نے ان سب کو دیکھا اور ان میں سے حلال کو غیر حلال سے تشخیص دے کر کچھ لباس اور خوارک معین کئے اور فرمایا: اس لباس کو پہنو اور اس خوراک کو آمادہ کر کے روزہ رکھو اور ہر رات چودہ ہزار مرتبہ صلوات بھیجو۔

میں وہ دستور العمل لے کر ذکر میں مشغول ہو گیا، جب عمل کی دوسری شب جمعہ پہنچی تو عمل کے دوران دیکھا کہ میرے سر سے چھت ہٹ گئی ہے، آسمان اور ستارے صاف دکھائی دے رہے ہیں، اس لمحہ کچھ نورانی شخصیتیں نازل ہوئیں کہ جنہیں دیکھ کر میں بیہوش ہو گیا، یہاں تک کہ میں نماز صبح کے لئے بیدار ہوا، صبح ہوتے ہی سید ہندی کی خدمت میں پہنچا اور سارا ماجرا کہہ سنایا، آپ نے فرمایا: تم میں ظرفیت نہیں ہے، اگر سید صحاف ان نورانی موجودات کو دیکھ کر بیہوش نہ ہوتے تو مادی حجابوں کے ہٹ جانے کے بعد ملکوت کا نظارہ کرتے۔

ا۔ در دیار صالحان، ص ۴۴

آب حیات

حضرت آیۃ اللہ علامہ حسن زادہ آملی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

دوران شباب جب میں آمل کی جامع مسجد میں صرف ونحو میں مشغول تھا، شب بیداری اور نماز شب کے ذریعہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کا عزم کرلیا تھا، اسی دوران میں خواب میں حضرت ثامن الحجج علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا۔

اس خواب میں حضرتؑ کی خدمت میں شرفیاب ہونے سے پہلے مجھے ایک مسجد میں لے جایا گیا کہ جس میں ایک ولی خدا کا مزار تھا، وہاں مجھ سے کہا گیا کہ میں اس مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھوں اور اپنی حاجت طلب کروں، وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور علم سے شدید محبت کی بنا پر پروردگار سے علم کی نعمت مانگی، اسکے بعد سلطان دین امام رضاؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا، خاموش بیٹھا رہا، حضرتؑ میری باطنی کیفیت سے پوری طرح آگاہ تھے اور علم کی دولت حاصل کرنے کے شوق سے باخبر تھے، لہذا مجھ سے فرمایا: نزدیک آؤ۔

پس جب میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ حضرتؑ نے لعاب دہن کو اپنے مبارک ہونٹوں کے پاس جمع کر رکھا ہے اور مجھ سے اشارہ فرمارہے ہیں کہ اسے نوش کرلوں، حضرتؑ نے اپنا سر مبارک جھکایا اور میں نہایت بیتابی سے آگے بڑھ کر حضرتؑ کے کوثر

مبارک سے سیراب ہوا، اسی وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اپنے مبارک ہونٹوں سے نزدیک کیا اور پھر میں اس سے سیراب ہوا کہ جس کے بعد میرے لئے علم کے ہزار دروازے کھلے اور ہر دروازے سے ہزار ہزار دروازے کھلنے لگے''۔

اسکے بعد حضرتؑ نے عملاً طی الارض کر کے دکھایا، پھر میں اس خواب سے بیدار ہو گیا کہ جو میری ہزاروں سال کی بیداری سے بہتر تھا۔[1]

۱۔ جمال سالکین ص ۱۴۸

شہادت کے بعد ملاقات

حضرت آیۃ اللہ بہاء الدینی فرماتے ہیں: ایک رات ہم شام کا کھانا کھانے میں مشغول تھے کہ کسی نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، استفسار پر معلوم ہوا کہ حاج شیخ محمد صدوقی ہیں کہ جن کے ساتھ ہمارا کافی اٹھنا بیٹھنا رہا تھا، آیۃ اللہ صدوقی گھر میں وارد ہوئے، تعارفات کے بعد میں نے کھانا کھانے کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا: اس وقت بھوک نہیں لگی ہے، اس کے بعد تھوڑی دیر تک محو گفتگو رہے۔

اس کے بعد میں نے کہا: آپ استراحت فرمائیں کہ نماز شب کے لئے بیدار ہوسکیں لیکن انھوں نے فرمایا کہ آپ آرام فرمائیں اور مجھے رخصت دیں کہ میں چلوں، خدا حافظ کہا اور چلے گئے، دوسرے دن خبر ملی آیۃ اللہ صدوقی کو کل شہید کر دیا گیا ہے، اس وقت معلوم ہوا کہ آیۃ اللہ صدوقی اپنی شہادت کے بعد ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔[۱]

۱۔ سیری در آفاق، ص ۳۵۰

معصیت سے فرار

شیخ رجب علی خیاط کا تعلق علماء سے نہیں ہے لیکن بعض گناہوں سے پرہیز کرنے کی وجہ سے کمالات کے عظیم درجات کے مالک بن گئے، حضرت آیۃ اللہ سید محمد ہادی میلانی اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں: شیخ پر خدا کی خاص عنایتیں ہیں اور یہ صرف جوانی میں اپنے نفس کو معصیت سے روکنے کی بنا پر ہے۔

اصل داستان کو جناب شیخ نے آیۃ اللہ سید محمد ہادی میلانی سے ملاقات کے دوران بیان کیا تھا جسے آیۃ اللہ سید محمد ہادی میلانی اس طرح بیان کرتے ہیں:

جوانی میں ایک خوبصورت اور جوان لڑکی میری عاشق ہوگئی جو میری رشتہ دار ہوتی تھی، اس نے اپنی مراد پانے کے لئے مختلف حیلے کئے میں ہر دفعہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا تھا لیکن ایک بار مجھے ایک گھر میں ہر طرف سے گھیر لیا اور اپنی مراد مانگی، اس وقت میں نے اپنے آپ سے کہا: خدا تیرا امتحان جتنی بار چاہے لے سکتا ہے، کیوں نہیں تو ایک بار خدا کا امتحان لیتا، اس حرام سے منہ موڑ لے اور خدا کی خاطر اسے چھوڑ دے، اس کے بعد خدا سے کہا: ”خدایا! میں اس گناہ کو تیرے لئے چھوڑتا ہوں اور تو بھی اپنے لئے میری تربیت کر“۔

اس کے بعد پوری شجاعت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور کسی طرح وہاں سے فرار

ہو جاتے ہیں، اس معصیت سے پرہیز اور وہاں سے فرار ہونا بصیرت کے کھل جانے کا باعث ہوا، برزخی آنکھیں کھل گئیں، لوگوں کے باطن دکھائی دینے لگے اور ان چیزوں کو دیکھنے لگے جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اور ان چیزوں کو سننے لگے جسے کوئی بھی نہیں سن سکتا تھا۔

جیسے ہی اس گھر سے باہر قدم رکھا، لوگوں کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور آپ کے سامنے بہت سے اسرار کھل گئے۔[1]

۱۔ کیمیای محبت ص ۷۸

مقام لقاء

آیۃ اللہ انصاری ہمدانی کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ جب میں پہلی مرتبہ آیۃ اللہ انصاری ہمدانی سے ملا تو چونکہ ایک طرف جوان بھی تھا اور دوسری طرف اندر سے نہایت مضطرب تھا، لہذا حضرت آیۃ اللہ انصاری کے قدموں پر گر گیا اور گڑ گڑا کر ایک ایسے دستور العمل کی خواہش کی کہ جس کے ذریعہ میں انسان بن جاؤں، میری یہ کیفیت دیکھ کر اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا پڑھی کہ جس کے بعد میں پر سکون ہو گیا اور میری پہلی والی حالت ختم ہو گئی۔

اس کے بعد فرمایا: انسان کے لئے سب سے بڑا مقام جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے وہ مقام لقاء ہے اور خدا نے اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے دو شرط بیان کی ہے: ''فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولایشرک بعبادۃ ربه احدا''[۱] پہلی شرط نیک اعمال انجام دینا ہے اور دوسری شرط دل کو شرک سے پاک کرنا ہے، اس کے بعد اپنے ایک واقعہ کو بیان کیا کہ نجف میں طالب علمی کے دوران اپنے دوستوں سے ندی میں پانی کے بہاؤ کے خلاف پیرا کی کی شرط لگائی۔

چونکہ میں اس سلسلہ میں کافی ماہر تھا اور فن تیراکی سے بخوبی آگاہ تھا، پانی میں کودنے کے

۱۔ کہف ر آخری آیت

بعد اس کی لپیٹ میں میرے سارے دوست کافی دور چلے گئے لیکن میں پوری طاقت کے ساتھ اس کے بہاؤ کے برخلاف پیرا کی کرتا رہا اور جب تھک گیا تو بمشکل باہر آیا لیکن جب یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ کتنی دور تک پیرا کی کی ہے تو تعجب کی انتہا نہ رہی اسلئے کہ جہاں سے میں پانی میں کودا تھا اس سے ایک میٹر بھی آگے بڑھ نہ سکا اور وہیں سے باہر آیا، اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: اگر تم نے اس دور میں (شاہ کے زمانہ میں) اپنی باطنی کیفیت کو اسی طرح باقی رکھا تو خدا تمہارے لئے معارف کے دروازے کھول دے گا اس نصیحت کے کچھ عرصہ بعد سمجھ میں آیا کہ جس دستور العمل کو آیۃ اللہ انصاری ہمدانی نے بیان کیا ہے اس پر عمل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، نیک کام کرنا تو آسان ہے لیکن شرک سے باہر آنا نہایت دشوار ہے۔[1]

۱۔ در کوی بی نشان ہا،ص ۴۱

طی الارض اور علم کیمیا

جناب حجۃ الاسلام والمسلمین سید شہاب الدین صفوی آیۃ اللہ انصاری ہمدانی کے فرزند جناب ڈاکٹر علی انصاری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم آیۃ اللہ انصاری کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مازندرانی سید ایک کتاب ہاتھوں میں لئے وارد ہوئے کہ جن کا تعلق درویشوں سے تھا، نورانی چہرہ سفید داڑھی اور ایک پر ہیبت شخصیت تھی۔

یہ کیفیت انہیں حیوانی گھی نہ کھانے کی بنا پر حاصل ہوئی تھی، بلکہ انہوں نے وہاں بھی درخواست کی کہ کھانے میں حیوانی گھی استعمال نہ کیا جائے۔

اس کے بعد آیۃ اللہ انصاری سے فرمایا: میں نے بڑی مشکلوں سے طی الارض حاصل کیا ہے اور آج تک کسی کو بھی تعلیم نہیں دیا ہے اور آج میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسے آپ کو تعلیم دوں لیکن آیۃ اللہ انصاری ہمدانی نے فرمایا:

مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مازندرانی سید نے تعلیم دینے کے لئے بہت اصرار کیا لیکن ہر بار آپ نے انکار کر دیا جب وہ سید مایوس ہو گیا تو کہنے لگا: اگر آپ طی الارض جاننا نہیں چاہتے تو کم از کم علم کیمیا جان لیں، میں نے ان دونوں کا طریقہ اس کتاب میں درج کیا ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا: ہمارے پاس اس سے بہتر موجود ہے، سید نے بڑے تعجب سے سوال کیا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ توحید ہے کہ جس نے ہمیں ہر چیز سے بے نیاز کر دیا ہے اس کے بعد آقا نے فرمایا: عبادت اور دین کے احکام لوگوں کو انسان بنانے اور توحید کے مقام تک پہنچانے کے لئے آمادہ کئے گئے ہیں نہ ان امور کو حاصل کرنے کے لئے۔[1]

۱۔ درکوی بی نشان ہا، ص ۴۳

مجذوب سالک

آیت اللہ الحق والعرفان آیت اللہ انصاری ہمدانی اپنی داستان سیر وسلوک اور درونی تغیر کواس طرح بیان کرتے ہیں:

میں ہمدان کے علماء کی تشویق کی بنا پر تحصیل علم کے لئے شہر قم کی جانب روانہ ہوا، اس وقت تک میں عرفان اور سیر وسلوک کا پوری طرح مخالف تھا، اسلئے کہ میں شریعت کا مقصد اس کے احکام پر عمل کو سمجھتا تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ ہمدان میرا جانا ہوا، وہاں کسی نے مجھے خبر دی کہ کوئی متقی اور پرہیزگار شخص آیا ہے کہ جس نے ہر ایک کو اپنا دیوانہ بنا رکھا ہے، میں بھی اس نشست میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ہمدان کی بہت سی علمی شخصیتیں حاضر ہیں اور وہ شخص ان کے بیچ میں خاموش بیٹھا ہوا ہے، اس وقت میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر چہ یہ لوگ بڑے لوگ ہیں اور علمی اعتبار سے مجھ سے بالاتر ہیں لیکن اس وقت میرا وظیفہ یہ ہے کہ میں ان کو نصیحت کروں لہذا میں نے اپنے فریضہ کی بنا پر ان کو امر بالمعروف اور نہی از منکر کرنا شروع کر دیا اور تقریباً دو گھنٹہ تک ان سے بحث کرتا رہا، وہ شخص خاموش بیٹھا تماشا دیکھتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنا سر اٹھایا اور مجھ پر ایک گہری نظر ڈال کر کہنے لگا: ''عنقریب تو خود ہی سوختہ گان عالم کے دلوں میں آگ لگائے گا''۔

میں اس کا مطلب سمجھ نہ سکا لیکن اس کے اس جملہ کے بعد اپنے اندر تبدیلی محسوس

کرنے لگا، ایسا لگ رہا تھا کہ پورے بدن میں آگ لگ چکی ہے، وہاں سے اٹھا، عصر کا وقت تھا، گھر پہنچا اور وہ حرارت بڑھتی ہی جارہی تھی، نماز مغرب وعشاء پڑھی اور کچھ کھائے بغیر سو گیا، نصف شب کو بیدار ہوا تو کوئی کہہ رہا تھا: " **العارف فینا کالبدر بین النجوم و کالجبرئیل بین الملائکة** "؛ ہمارے درمیان ایک عارف ستاروں کے درمیان چاند اور فرشتوں کے درمیان جبرئیل کی طرح ہے۔ اس کے بعد اپنے اندر اس احساس کو پایا کہ اب تک درس و بحث سے جو شوق تھا وہ ختم ہوگیا ہے بلکہ مجھے اب کسی اور چیز کی ضرورت ہے، اس کے بعد میں قم آگیا اور کتاب ''عروۃ الوثقیٰ'' پر حاشیہ لگانے میں مشغول ہوگیا۔

یہاں تک کہ ایک رات میں نے سوچا کہ اب تک کتاب ''عروۃ الوثقیٰ'' پر بہت سے لوگوں نے حاشیہ لگایا ہے اور مجھے حاشیہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہذا اسے چھوڑ دیا اسی رات میں یہ خواب دیکھا: ''ایک بہت بڑا ارنگارنگ حوض ہے جس میں بہت سے چھوٹے بڑے پیالے ہیں کہ جن پر اسماء الٰہی لکھے ہوئے ہیں جن میں سے یہ آیت بھی تھی ﴿ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** ﴾[۱]

میں اس حوض سے نزدیک ہوا، مجھے وہاں جام پہ جام پلائے گئے اور میں پیتا رہا، اس کے بعد خواب سے بیدار ہوا، اپنے اندر عظیم تبدیلی پائی، میرے دل سے عالم علوی کے جذبات اور نفحات قدسی کی نسیمیں ٹکرانیں لگیں کہ جس کے بعد میرا سکون جاتا رہا۔

۱۔ مائدہ/۵۶

میں نے اپنے وجود کو آتش کا ایک شعلہ پایا، اپنی آگ بجھانے کے لئے مختلف لوگوں کی طرف مراجعہ کیا تا کہ شاید کہیں مجھے کوئی ولی خدا مل جائے اور وہ میری پیاس بجھا دے اس دوران عالم ربانی آیت اللہ العظمیٰ شیخ میرزا جواد ملکی تبریزی کا انتقال ہوا تھا، ان کے تمام شاگردوں کی خدمت میں پہنچا لیکن کہیں بھی گوہرِ مراد نہ ملا، میں نے اپنے آپ کو اکیلا پایا لہذا قم کے اطراف کے بیابانوں کی خاک چھاننے لگا، صبح کو جاتا اور شام میں لوٹتا یہاں تک کہ چالیس پچاس دن تک میری یہی حالت رہی، میں مضطر ہو چکا تھا۔

ائمہ علیہم السلام کی خدمت میں توسل کرتا اور ان سے مدد مانگتا رہا، آخر کار میرے توسلات رنگ لائے اور میری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹنے لگے اور حریم قدس کی رحمتیں ٹکرانیں لگیں، میں نے اپنا مقصود حضرت ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں دیکھا، اسکے بعد ہمیشہ آپ کی بارگاہ سے متوسل ہوتا اور اس طرح فیضیاب ہوتا گیا۔[۱]

۱۔ در کوی بی نشان ہا، ص ۲۰

اذکارالٰہی کی طاقت

محقق نراقی اپنی کتاب ''خزائن'' میں لکھتے ہیں: ایک مرتبہ میرزاابوالقاسم میر فندرسکی (متوفی ۱۰۵۰ھ) سیر وسفر کرتے ہوئے ایک نصرانی شہر پہنچے، وہاں کچھ دن مقیم رہے، ایک دن وہاں کے لوگوں نے میرزا کے دین کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا:

ہمارے دین کی حقانیت اور آپ کے دین کے بطلان کی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمارے معابد اور صومعے آپ کی مسجدوں اور عبادتگاہوں کے مقابلہ میں بے نہایت مستحکم ہیں، اسلئے کہ ہمارے بعض معابد کی عمر دوتین ہزار سال ہے اور وہ ابھی تک اپنی اصلی حالت میں باقی ہیں لیکن آپ کی عبادتگاہوں اور مسجدوں کی حداکثر عمر سو سال ہے کہ جس کے بعد وہ خراب ہو جاتے ہیں، کیا یہ چیز ہمارے مذہب کی حقانیت اور آپ کے مذہب کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی؟

میرزا نے ان لوگوں کے جواب میں عرض کیا: نہیں؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے اسلئے کہ آپ لوگوں کے معابد اور صومعے ایسے نہیں ہیں جو نیک اعمال، کلمہ حق اور مومنین کی عبادتوں کو برداشت کرسکیں، یہی وجہ ہے کہ ہماری عبادت گاہیں جلدی خراب ہو جاتی ہیں لیکن آپ لوگوں کے معابد اور صومعوں میں ایسا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا جو خدا کی مرضی کے مطابق اور آسمانوں تک صعود کرے۔

اگر یقین نہیں ہوتا تو ان معابد میں سے کسی معبد کو بتائیں کہ جس کے متعلق آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ہزاروں سال پرانی عمارت ہے اور ابھی تک قائم ہے، اس میں ہمارے اعمال انجام پائیں اور وہاں سے ہماری عبادتیں آسمان کو جائیں اور پھر وہ مقام الٰہی کے خوف اور اس کی ہیبت کے مقابلہ میں خاشع نہ ہو جائے تو کہنا۔

ان لوگوں نے کہا: آپ کی یہ بات صرف اور صرف امتحان کے ذریعہ مانی جاسکتی ہے لہذا آپ فلاں معبد جائیں جو بہت پرانی عمارت ہے اور وہاں جو عمل چاہیں انجام دیں، اگر آپ کے دعوے کے مطابق آپ کے ذکر پڑھنے سے اس عمارت میں کوئی نقصان آیا تو آپ کی بات صحیح ہے وگرنہ آپ کو ہماری بات کی صحت کو ماننا ہوگا۔

جناب میرزا نے قبول کرلیا، وضو کیا، بارگاہ الٰہی سے مدد مانگی اور ائمہ اطہار علیہم السلام کا دامن تھاما اور اس معبد میں وارد ہو گئے، پورے جلال و کمال اور ہیبت و سطوت کے ساتھ اذان واقامت کہی اور تکبیرۃ الاحرام کہنے کے لئے پوری توجہ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نہایت تعظیم کے ساتھ اللہ اکبر کہا اور فوراً وہاں سے باہر آگئے۔

سارا شہر معبد کے اطراف جم گھٹا لگائے ہوئے تھا، ہر ایک کی نگاہیں معبد پر جمی ہوئی تھیں، میرزا کے باہر آتے ہی معبد کی عمارت متزلزل ہوئی اور سارے ستون ایک ایک کر کے گرنے لگے یہاں تک کہ وہ باشکوہ عمارت اس طرح زمین بوس ہوگئی کہ جس کے بعد ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ اس سے پہلے وہاں کوئی عمارت بھی تھی۔ [1]

۱۔ روضات الجنات، ج ۲، ص ۳۴۴

شیر کی اطاعت

مرحوم سید نعمت اللہ جزائری (متوفی ۱۱۱۲ ھ ق) لکھتے ہیں:

میرے دادا سید شمس الدینؒ صاحب کرامت تھے، ان کے پاس ایک گائے تھی جو چرنے کے لئے چراگاہ جایا کرتی تھی، اتفاق سے ایک دن اس پر ایک شیر نے حملہ کر دیا، اسے اس حد تک زخمی کر دیا کہ جس کی تاب نہ لا کر وہ گائے مر گئی لیکن عجیب بات تو یہ تھی وہ شیر وہیں کھڑا رہا اور اس کے گوشت کو منھ تک نہ لگایا۔

یہ خبر جب سید کو ملی تو اس رسی کو لے کر بیابان کی طرف بڑھے جس سے وہ اپنی گائے کو باندھا کرتے تھے، گاؤں کے لوگ آپ کے ساتھ ساتھ تھے، شیر کے پاس پہنچے، اس کی گردن میں رسی باندھی اور اسے کھینچتے ہوئے گھر لائے، یہ جرات دیکھ کر ہر ایک متحیر تھا، شیر کو ایک رات وہیں رکھا اور لوگوں سے کہا کہ میں اسی شیر کے ذریعہ اپنی زراعی زمین کو گوڑوں گا۔

چونکہ اس شیر کو دیکھ کر دیگر حیوانات سہمے ہوئے تھے اور کوئی بھی سید کے کھیت کے آس پاس آنے کے لئے حاضر نہ تھا لہذا لوگوں کے اصرار پر اسے آزاد کر دیا۔ [1]

۱۔ سید نعمت اللہ حسینی، مردان علم در میدان عمل، ص ۴۹۷

برزخ کا سفر

مرحوم (آیۃ اللہ مولی محمد مھدی) نراقی ؒ (متوفی ۱۲۰۹ ھ ق) علوم عقلیہ اور نقلیہ کے مالک، میدان علم و عمل کے شہسوار اور جہان اسلام میں اخلاق و عرفان کے اعتبار سے بے نظیر تھے، نجف میں ساکن تھے اور وہیں وفات پائی۔

نجف میں اقامت کے دوران ایک دن ماہ مبارک رمضان میں افطار کے لئے آپ کے پاس کچھ نہ تھا، آپ کی زوجہ نے کہا کہ افطار کے لئے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے، جائیں باہر سے کچھ کھانے کا انتظام کریں۔

مرحوم نراقی گھر سے باہر آئے اور زیارت کی غرض سے وادی السلام کی طرف چلے گئے اس لئے کہ آپ کی جیب میں کچھ خریدنے کے لئے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی، غروب آفتاب تک وہیں رہے، اسی وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ عرب ایک جنازے کو لے کر وادی السلام پہنچے ہیں اور قبر کھود کر میت کو قبر میں رکھا اور آپ سے کہا کہ اس میت کے بقیہ مراسم خود انجام دیں ہمیں کچھ کام ہے، ہم جا رہے ہیں لہذا میں آگے بڑھا، اس کی صورت کو خاک پر رکھنے کے لئے اس کے کفن کو صورت سے ہٹانا چاہا تو دیکھا کہ وہاں ایک دریچہ ہے، اسے دیکھ کر میں اس میں داخل ہو گیا، دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے، ہر طرف سرسبز درخت ہیں اور ایک راستہ ہے جو محل کی طرف جا رہا ہے، یہ پورا راستہ گرانبہا

جواہرات سے سجا ہوا تھا۔

میں بے اختیار محل کی طرف بڑھا، محل بے نہایت خوبصورت اور جواہرات سے مرصع تھا، محل کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص صدر مجلس میں بیٹھا ہوا ہے اور اسکے اطراف مختلف لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے انہیں سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا، اطراف میں بیٹھنے والے مرتب صدر مجلس میں بیٹھنے والے سے مختلف سوالات کر رہے ہیں اور وہ ہر ایک کا جواب دے رہا تھا۔

اسی اثنا میں دیکھا کہ ایک سانپ دروازے سے داخل ہوا اور سیدھا صدر مجلس میں بیٹھے شخص کی طرف بڑھا، اسے ڈسا اور دوبارہ جس دروازے سے داخل ہوا تھا، خارج ہو گیا۔

اس سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے اس شخص کی حالت متغیر ہو گئی لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنی پہلی والی حالت میں آ گیا اور خوش وخرم ہو گیا، لہذا لوگوں نے دوبارہ اپنے سوالات کرنے شروع کر دئے اور دنیا کے حالات معلوم کرنے لگے، اسی اثنا وہ سانپ دوبارہ دروازے سے داخل ہوا اور اسے ڈس کر وہاں سے چلا گیا، وہ شخص تھوڑی دیر تک مضطرب رہا لیکن پھر اس کی حالت بدل گئی اور وہ خوشحال نظر آنے لگا، یہ ماجرا دیکھ کر میں نے سوال کیا: آپ کون ہیں؟ یہ محل کس کا ہے؟ اور یہ سانپ کیا ہے؟ کیوں آپ کو اذیت کر رہا ہے؟

اس شخص نے کہا: میں وہی شخص ہوں کہ جسے تم نے ابھی قبر میں اتارا تھا اور یہ باغ میری برزخی جنت ہے جسے خدا نے مجھے عنایت کیا ہے۔

یہ محل میرا ہے، یہ سارے درخت اور مرصع در و دیوار سب کچھ میری برزخی جنت ہے

کہ اسی میں مجھے رہنا ہے اور یہ سارے لوگ میرے وہ رشتہ دار ہیں جو مجھ سے پہلے وفات پا گئے تھے لہذا یہ سب میری ملاقات کے لئے آئے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کے متعلق سوال کر رہے ہیں اور میں ہر ایک کے سوال کا جواب دے رہا ہوں۔

میں نے کہا: پس یہ سانپ کیوں آپ کو ڈس رہا ہے؟

اس شخص نے جواب دیا کہ اصل داستان یہ ہے کہ میں ایک مومن، نماز روزے والا اور خمس وزکات دینے کا پابند تھا اور اس وقت میرے ذہن میں کوئی ایسا فعل نظر نہیں آرہا ہے کہ جو اس عقوبت کا باعث بنے، یہ باغ اور یہ محل میرے اعمال کا نتیجہ ہے ہاں! ایک دن گرمیوں کے زمانے میں ایک گلی سے گذر رہا تھا کہ دیکھا ایک دکاندار اور خریدار آپس میں جھگڑ رہے ہیں لہذا اصلاح کی غرض سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ دکاندار کہہ رہا ہے: میں نے تمہیں چھ سو دینار دے رکھے ہیں لیکن خریدار کہہ رہا ہے کہ میں صرف پانچ سو دینار کا مقروض ہوں۔

میں نے دکاندار سے کہا: تم پچاس دینار سے درگذر کرو اور خریدار سے کہا کہ تم بھی پچاس دینار سے درگذر کرو اور ساڑھے پانچ سو دینار دکاندار کو دیدو، یہ سن کر دکاندار خاموش ہو گیا اور کچھ بھی نہ کہا لیکن چونکہ حق دکاندار کے ساتھ تھا اور میری وجہ سے پچاس دینار کا نقصان اٹھا رہا تھا چونکہ تہہ دل سے راضی نہ تھا خدا نے مجھے اس عقوبت میں مبتلا کر دیا ہے جو ہر ایک گھنٹہ پر آتا ہے اور اس طرح اذیت کرتا ہے اور یہ عذاب اسرافیل کے صور پھونکنے اور بارگاہ الٰہی میں حساب وکتاب کے ہونے تک جاری رہے گا اور میں

اس وقت محمد و آل محمد کی شفاعت سے نجات پاؤں گا۔

یہ سن کر میں اٹھا اور کہا کہ میری زوجہ میری منتظر ہے، ان کے لئے افطار کا انتظام بھی کرنا ہے، وہ شخص میرے ساتھ دروازے تک آیا اور مجھے چاول کی ایک تھیلی دی اور کہا اسے لے جاؤ کہ یہ تمہارے بال بچوں کے لئے بابرکت رہے گا۔

میں نے چاول لیا اور اس کو خدا حافظ کہا اور جس دروازے سے داخل ہوا تھا اسی سے باہر آ گیا، وہاں سے باہر آتے ہی دیکھا کہ میں اسی قبر میں ہوں اور وہ میت بھی وہیں پڑی ہوئی ہے اور وہاں کوئی ایسا دریچہ بھی نہیں ہے کہ جس سے خارج ہوا تھا۔

قبر سے باہر آیا، اس پر اینٹیں رکھ کر قبر بنائی اور وہاں سے چاول کی تھیلی لے کر گھر آیا، اس کو پکایا، وہ تھیلی ایک مدت تک رہی اور اس کا چاول کم نہ ہوتا تھا اور اسے جب بھی پکاتے تھے تو اس کی خوشبو سے پورا محلّہ مہک جاتا تھا اور ہر ایک یہی سوال کرتا تھا کہ یہ چاول کہاں سے خرید کر لائے ہو؟

یہاں تک کہ ایک دن گھر پر ایک مہمان آیا، میں اس وقت گھر میں موجود نہ تھا، میری زوجہ نے جب اس چاول کو دم پر رکھا تو پورا گھر مہک اٹھا، اس کی خوشبو سونگھ کر مہمان نے سوال کر لیا کہ یہ چاول کہاں سے آیا ہے کہ جیسی خوشبو آج تک میں نے نہیں سونگھی ہے؟ میری زوجہ داستان کو چھپا نہ سکی اور پورا ماجرا کہہ سنایا، اسی کے فوراً بعد وہ چاول تمام ہو گیا ہاں! یہ ایک بہشتی چاول تھا جسے خداوندا اپنے مقرب بندوں کو عطا کرتا ہے۔ [۱]

۱۔ معاد شناسی، ج۲ص ۲۴۶

اپنی امانت میرزا سے لو

مرحوم آیۃ اللہ حاج شیخ مرتضیٰ آشتیانی بیان کرتے ہیں:

میں نے قم کے (شیخان) نامی قبرستان میں میرزائے قمی (متوفی ۱۲۳۱ھ ق) کی قبر کے پاس ایک بوڑھے قزوینی شخص کو دیکھا جو اپنا سب کچھ بیچ کر وہیں معتکف ہو گیا تھا، ان کی قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کرتا رہتا اور اشک غم بہاتا رہتا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر متعجب ہوا اور اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے اس طرح بیان کیا کہ میں نے میرزا کو دیر سے پہچانا اور اپنی بے توفیقی پر آنسو بہا رہا ہوں کہ کیوں اس شخص کے فیوضات سے بے نصیب رہا۔

میں نے سوال کیا: ان سے کہاں اور کیسے آشنا ہوئے؟

اس نے کہا: میرے عزیز! میں ایک قزوینی شخص ہوں، میرزا کی وفات سے دو سال سے پہلے حج کی غرض سے گھر سے نکلا، کشتی پر سوار ہوا، ایک دن کشتی کے دوسرے طبقے پر بیٹھا اپنی تھیلی کھول کر رقم کا حساب کر رہا تھا کہ اسے کیسے خرچ کرنا ہے، اتنے میں احساس کیا کہ کوئی اوپر سے دیکھ رہا ہے، لہذا میں نے تھیلی کو سمیٹا اور اسے دوبارہ اپنی کمر میں باندھ لیا، تھوڑی دیر کے بعد اوپر سے شور وغل کی آواز سنائی دی، جب اوپر پہنچا ہوں تو دیکھا کہ وہی شخص ہنگامہ کھڑا کئے ہے کہ جو رقم کے گنتے وقت اوپر سے دیکھ رہا تھا، اسے

میرے پیسوں کے متعلق پوری معلومات ہو چکی تھی لہذا اسے حاصل کرنے کے لئے شور مچا دیا کہ میرے پیسہ چوری ہو گیا ہے اور اس کی یہ علامت ہے، جب اس کی علامتوں کو سنا تو وہ دقیقاً میرا پیسوں کی علامت کو بتا رہا تھا، ناخدا کی طرف سے ماموراَفراد نے لوگوں کی تلاشی لینا شروع کر دی اور یہ اعلان کر دیا کہ جس کے پاس بھی وہ تھیلی ملے گی اسے دریا میں ڈال دیا جائے گا۔

یہ سُن کر میں حیران ہو گیا کہ اب کیا کروں، ایک طرف آبرو ریزی اور جان کا مسئلہ اور دوسری طرف اگر اسے پھینک دوں تو ہاتھ کے خالی ہو جانے کا مسئلہ تھا لیکن ان پیسوں کو دریا میں ڈال دینا ہی مناسب سمجھا لہذا کنارے آیا اور خلوص کے ساتھ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کیا: علی جان! آپ خدا کے امین ہیں اور میں ایک بے سہارا شخص ہوں لہذا میں اپنی تھیلی آپ کے سپرد کر رہا ہوں اور پھر اسے سمندر میں ڈال دیا۔

تھیلی کو سمندر میں ڈال کر اپنی جگہ واپس آ گیا لیکن ساری رقم کے چلے جانے کی بنا پر سخت پریشان تھا کہ بقیہ سفر کیسے طے کروں گا؟ کہ اچانک وہ شخص کشتی کے محافظوں کے لے کر میرے پاس آ پہنچا، میری تلاشی لی لیکن اسے میرے پاس سے کچھ بھی دستیاب نہ ہو سکا، جب محافظوں کو کچھ نہ ملا تو ناخدا نے اس شخص سے کہا: میں نے اس کشتی کے تمام مسافروں کی تلاشی لے لی ہے اور ان کے تمام اسباب اور وسائل کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا ہے لیکن جس چیز کا تو نے دعویٰ کیا ہے اسے نہیں پایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی کوئی چیز

چوری نہیں ہوئی ہے، کیوں خدا کے بندوں پر ایسی تہمت لگا رہے ہو؟

یہ سن کر وہ شخص متحیر رہ گیا اور اس کی زبان بند ہوگئی کہ اب کیا کہے، یہ ماجرا دیکھ کر کشتی پر سوار مسافروں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کی خوب پٹائی کی کہ بغیر کسی جرم کے کشتی والوں پر چوری کی تہمت لگائی تھی۔

خیر میں مکہ پہنچا، حج بجالایا، روضہ پیغمبرؐ کی زیارت کی اور وہاں سے عراق چلا گیا عتبات عالیات کی زیارت کی غرض سے نجف پہنچا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے آپ کی ملکوتی بارگاہ میں پہنچا اور کہا: ''میرے مولا! جو تھیلی میں نے دریا میں آپ کے سپرد کی تھی اسے مجھے لوٹا دیں کہ اس وقت سخت نیاز مند ہوں'' اور بہت رویا۔

اسی دن رات میں مولا کو خواب میں دیکھا جو مجھ سے فرما رہے ہیں: ''قم جاؤ اور میرزائے قمی سے اپنی تھیلی لے لو''

خواب سے بیدار ہوا اور جو حکم ملا تھا اس پر نہایت متعجب تھا کہ میں نے اپنی تھیلی سمندر میں ڈالی ہے اور اسے کیونکر قم میں میرزائے قمی سے طلب کروں، اس کے علاوہ نہ میں انہیں پہچانتا ہوں اور نہ ہی وہ مجھے پہچانتے ہیں۔

لہذا دوسرے دن حرم گیا اور دوبارہ حضرتؑ سے اپنی تھیلی کا مطالبہ کیا لیکن اس دن بھی خواب میں مجھے وہی حکم دیا۔

پھر تیسرے دن بھی حرم مشرف ہوا اور حضرتؑ سے اپنی تھیلی مانگی اس بار بھی حضرتؑ

نے وہی حکم دیا تو میں نے کہا: مولا! میں انہیں نہیں پہچانتا، حضرتؑ نے فرمایا: وہ ایک بہت بڑے اور مشہور مرجع ہیں، جاؤ (انہیں طلب کرو)

میں نے کہا: مولا! لیکن میں اس وقت کیونکر قم جا سکتا ہوں؟ حالانکہ میرا مکہ کا سفر بھی بڑی صعوبتوں سے تمام ہوا ہے اور اس وقت میرے پاس کوئی رقم نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ قم پہنچ سکوں۔

فرمایا: ''بازار جاؤ اور اس حوالہ کو دکھا کر فلاں صراف سے بیس لیرہ لے لو''۔

خواب سے بیدار ہوا اور شام کے وقت حضرتؑ کے بتائے ہوئے پتہ پر صراف کے پاس پہنچا، اس نے بڑے تپاک سے میرا استقبال کیا، میری دلجوئی کی اور کہا: کیا میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟

میں نے کہا: ہاں! ایک حوالہ ہے جسے نقد کرنا ہے۔

اس نے کہا: وہ حوالہ کتنے کا ہے؟

میں نے کہا: بیس لیرہ

اس نے وہ مقدار میرے حوالے کی اور اسے لے کر میں خوش وخرم مختصر خرید کی اور قم کی جانب روانہ ہو گیا۔

قم پہنچنے کے بعد میرزائے قمی کے سلسلے میں سوال کیا تو لوگوں کی رہنمائی پر ان کے گھر پہنچا، میں جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ آپ تدریس میں مشغول ہیں، درس تمام ہو جانے اور تمام شاگردوں کے چلے جانے کے بعد مجھے بلایا اور سوال کیا: کیا مجھ سے کوئی

کام ہے؟

میں نے کہا: ہاں

فرمایا: کہو

پس میں نے اپنی آپ بیتی سناڈالی، میری داستان سن کر وہ متاثر ہوئے اور میری دلجوئی کی اور کہا: ''آپ کی تھیلی محفوظ ہے'' یہ کہہ کر گئے اور وہ تھیلی لے کر آئے اور کہا: ''یہی وہ تھیلی ہے جسے آپ نے سمندر میں ڈالا تھا دیکھواس میں جتنی رقم رکھی تھی وہ ابھی بھی باقی ہے؟''

جیسے ہی تھیلی کو لیا تو دیکھا کہ بالکل وہی میری تھیلی ہے اور جب اسے کھول کر پیسوں کو دیکھا تو اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا، اسے لے لیا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لے کر خدا حافظ کہا اور وہاں سے قزوین کی جانب چل پڑا۔

قزوین پہنچنے کے بعد ایک دن میری زوجہ نے پوچھا: ''میں نے سن رکھا کہ راستے میں آپ کا سارا پیسہ گم ہوگیا تھا، میں تو یہ سن کر بہت پریشان تھی'' میں نے کہا: ہاں اور پوری داستان سناڈالی، اسے میری داستان پر یقین نہیں آرہا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھائی تب اس نے قبول کیا۔

اور کہا: بندہ خدا! پھر کیوں قم چھوڑ کر یہاں چلے آئے اور میرزائے قمی جیسی شخصیت سے جدا ہوگئے؟ ان کے پاس کسب معنویت اور ان کی خدمت کے لئے رک جانا چاہیے تھا، ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے، اسی وقت اٹھو اور ہم قم چلیں اور اس عظیم شخصیت کی خدمت

کریں۔

زوجہ کی تشویق پر سارا مال واسباب بیچا اور قم آیا لیکن بدقسمتی سے جیسے ہی قم میں پہنچا تو عاشوراء کا ماحول تھا، جب سوال کیا تو معلوم ہوا کہ میرزائے قمی وفات پا چکے ہیں۔

یہ سن کر بہت غمگین ہوا اور یہ عہد کیا کہ جب تک زندہ ہوں ان کی قبر کا مجاور بن کر ان کی خدمت کرتا رہوں گا اور دائم قرآن پڑھتا رہوں گا۔[1]

۱۔ کرامات صالحین، ص ۲۴۱

مغرور نہ ہونا

جہان اسلام کے عظیم مرجع شیخ انصاریؒ کے ایک شاگرد کا بیان ہے: میں جب حوزہ میں ابتدائی تعلیمات سے فارغ ہوگیا تو ادامہ تحصیل کے لئے نجف گیا اور شیخ انصاریؒ کے درس میں شرکت کرنے لگا لیکن مجھے ان کا درس اصلا سمجھ میں نہیں آتا تھا، میں اس حالت کی وجہ سے بہت پریشان تھا اور اس مشکل کو حل کرنے کے لئے کئی عدد چلہ بھی باندھے لیکن کوئی فائدہ سامنے نہ آیا یہاں تک حضرت امیر المومنینؑ کی بارگاہ سے متوسل ہوا۔

لہذا ایک رات خواب میں دیکھا اور آپ نے میرے کان میں ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ کی قرائت کی۔

جب دوسرے دن شیخ انصاریؒ کے درس میں گیا تو ان کا درس سمجھ میں آنے لگا اور یہ عنایت بڑھتی گئی یہاں تک کہ میں شیخ انصاری کے پاس بیٹھنے لگا اور ہر ایک سے زیادہ شیخ کے درس پر اشکال کرتا، ایک دن درس میں متعدد اشکالات کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے آہستہ سے میرے کان میں کہا: جس نے تیرے کان میں بسم اللہ کی قرائت کی ہے اسی نے میرے کان میں ''ولا الضالین'' تک کی قرائت کی ہے [لہذا اتنا اشکال نہ کیا کرو]۔ [۱]

۱۔ کرامات علماء ص ۶۱

سونے کو ہاتھ نہ لگانا

حاج آقا سید تاج الدین دزفولی جو اہواز کے امام جماعت اور ایک مشہور مقرر تھے وہ چند واسطوں سے اپنے جد سید محمد علی کے متعلق نقل کرتے ہیں: میں زیارت کی غرض سے نجف گیا، میرے پاس جو رقم تھی وہ ایک مدت کے بعد ختم ہوگئی اور خرچ کے لئے نہ کوئی رقم اور نہ کوئی درآمد تھی اور کوئی ایسا بھی نہ تھا جس سے کوئی رقم قرض لے لیتا لہذا ایک رات امیر المومنین کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی مشکل بیان کرنے کے بعد کہا: اگر میری مشکل برطرف نہ ہوئی تو میں کسی بھی طرح آپ کے روضہ کا کچھ سونا نکال کر بیچ دوں گا اور اس طرح اپنی مشکل حل کروں گا۔

یہ کہہ کر باہر آگیا اور وہ رات بھوک کی حالت میں گذاری، صبح ہوتے ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، آنے والے شخص نے اپنے آپ کی معرفی کراتے ہوئے کہا کہ میں شیخ انصاریؒ کا خادم ہوں، انہوں نے مجھے آپ کی تلاش میں بھیجا ہے اور وہ اس وقت آپ کے منتظر ہیں۔

میں اس کے ساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دی اور فرمایا: یہ ایرانی تیس تومان ہیں جسے آپ کے جد امیر المومنین علی علیہ السلام نے بھجوائے ہیں، وہ تھیلی لے کر جیسے ہیں چند قدم بڑھا تھا کہ مجھے آواز دی اور میرے کان میں آہستہ سے کہا: اسکے بعد حضرت کے روضہ کے سونے کو ہاتھ نہ لگانا۔ [1]

۱۔ کرامات علماء ص ۶۲

باطن سے ہدایت

جامعۃ المصطفیٰ کے ایک استاد کا بیان ہے: مجھ سے جامعۃ المصطفیٰ کے ایک طالب علم نے ایک انڈونیشین عورت کا خواب میں حضرت آیۃ اللہ بہجت دامت برکاتہ سے ملاقات کے متعلق اس طرح نقل کیا کہ وہ عورت انڈونیشیا کی رہنے والی ہے اور کچھ ہی دن ہوئے ہیں کہ وہ قم میں مشغول تحصیل ہوئی ہے، وہ عورت خود اپنی ملاقات کے متعلق کہتی ہے: میں نے انڈونیشیا میں خواب میں دیکھا کہ ایک آقا تشریف لائے ہیں کہ جن کا نام بہجت ہے، انہوں نے کچھ دیر مجھ سے گفتگو کی، ان کی باتیں میرے دل کی گہرائیوں تک اتر گئیں اور میں بہت متاثر ہوا، حالانکہ ان کو نہ میں نے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی ان کا نام سنا تھا۔

بیدار ہونے کے بعد جب اس صاحب نام کے متعلق معلومات حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ قم میں ساکن ہیں لہذا ان سے ملاقات کے لئے ایران جانے کا ارادہ کیا اور جب قم پہنچی ہوں تو ملاقات کے لئے ان کی مسجد میں حاضر ہوئی، جیسے ہی نماز کی غرض سے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ بہجت نے مسجد میں قدم رکھا اور میں نے انہیں دیکھا تو بالکل وہی شخصیت تھی جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اور انہیں پہچاننے میں مجھے کوئی تردید نہیں ہوئی، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ بہجت دامت برکاتہ بہت کم مسجد میں کسی سے ہمکلام ہوتے ہیں لیکن اس دن نماز کے بعد مجھ سے کچھ باتیں کیں۔[۱]

۱۔ فریادگر توحید، ص ۱۵۱

ناشناس راہنما

حضرت آیۃ اللہ حسن زادہ آملی حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں:

میں مرحوم حاج میرزا جواد آقای ملکی تبریزی کے حالات سے آگاہ ہوا تو ایک مدت تک یہ سوچتا تھا کہ آپ کی قبر نجف میں ہے یہاں تک کہ ۱۳۸۸ھ ق میں دوسری رجب کی رات میں آیۃ اللہ حسین قاضی طباطبائی کے برادرزادہ مرحوم حاج سید علی آقای قاضیؒ سے روڈ پر ملاقات ہوگئی۔

اثنائے گفتگو میں مرحوم حاج میرزا جواد آقای ملکی تبریزی کا ذکر آگیا تو میں نے آپ کی محل قبر کے متعلق سوال کرلیا تو انہوں نے فرمایا:

آپ کی قبر اسی شیخان میں مرحوم میرزائے قمی صاحب قوانین کی قبر کے پاس ہے اور آپ کی قبر پر سنگ قبر بھی موجود ہے، یہ سن کر بہت خوشحال ہوا اور ان سے یہ سوال کرنا بھول گیا کہ وہ قبر کہاں ہے۔

ان سے خداحافظی کرکے شیخان کی طرف دوڑا اس لئے کہ شب ہونے کی وجہ سے شیخان کا دروازہ بند کرنے والے ہی تھے، وہاں پہنچا اور تمام قبروں کو ایک ایک کرکے تلاش کرنے لگا، بعض قبروں کو پہچان گیا اور بعض قبروں کو کافی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے پہچان نہ سکا لہذا تاریکی کی بنا پر مایوس ہوگیا اور دل ہی دل میں کہا کہ انشاء اللہ کل ضرور آکر اسے

تلاش کروں گا، یہ سوچتے ہوئے شیخان سے باہر آنے لگا لیکن پھر بھی قبروں کو دیکھتا تھا کہ ایک ناشناس شخص شرقی دروازے سے شیخان میں وارد ہوا اور میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

آقا! کیا آپ میرزا جواد ملکی تبریزی کی قبر ڈھونڈھ رہے ہیں؟

میرا ہاتھ پکڑا اور ان کی قبر کے پاس چھوڑتے ہوئے کہا کہ یہ ہے ان کی قبر اور یہ کہہ کر سرعت سے غربی دروازے کی طرف بڑھا، یہ دیکھ میں بڑا متعجب ہوا اور انہیں ان الفاظ میں آواز دی: آقا! یہ حقیقت ہے کہ میں انہیں کی قبر تلاش کر رہا تھا لیکن یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟

وہ شخص چلتے چلتے تھوڑا سا مڑا اور کہا: ہم اپنے خریداروں کو خوب پہچانتے ہیں۔[۱]

۱۔ علامہ حسن زادہ آملی، در آسمان معرفت، ص ۱۱۵

بی بی کا نام گرہ گشا ہے

مرحوم آیۃ اللہ قاضی (متوفی ۱۳۰۵ھ ق) جو سالہا سال مرحوم آیۃ اللہ کشمیری کے ہم صحبت رہے تھے وہ نقل کرتے ہیں:

ایک دن ہم آیۃ اللہ کشمیری کے ہمراہ کربلائے معلیٰ کی زیارت کے لئے نجف سے نکلے، کربلا پہنچنے کے بعد بین الحرمین کے پاس واقع ایک مدرسہ میں پہنچے، اس میں ایک کمرہ تھا جس سے پہلے کچھ زینے تھے جنہیں طے کر کے کمرہ تک پہنچنا تھا، آگے آگے آیۃ اللہ کشمیری تھے، جب ہم اس کمرہ کے پاس پہنچے تو اس کمرہ کو بند پایا۔

مرحوم آیۃ اللہ کشمیری نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہا: کہتے ہیں کہ جو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام کسی تالے پر لے لے تو وہ کھل جاتا ہے، میری ماں حضرت موسیٰ کی ماں سے کم نہ تھیں، یہ کہہ کر تالے پر ہاتھ رکھا اور ''یا فاطمہؑ'' کہا، تالا فوراً کھل گیا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔[1]

۱۔ مہر تابان، ص ۳۲۳

چند ثانیے

مرحوم سید ابوالقاسم ہندی نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ میرا حاج شیخ حسن علی اصفہانی کے ہمراہ مشہد کے اطراف ''کوہ معجونی'' کی طرف جانا ہوا، وہاں ایک شخص ''محمد قوش آبادی'' تھا جو غنڈہ گردی اور آزار و اذیت میں بڑا مشہور تھا، وہ اچانک ہمارے سامنے اسلحہ لئے کھڑا نظر آیا اور کہنے لگا کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مرحوم حاج شیخ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارا وضو ہے؟

میں نے کہا: ہاں!

میرا ہاتھ پکڑا اور کہا اپنی آنکھوں کو بند کرو، میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، ابھی چند ہی قدم اٹھائے تھے کہ دروازہ مشہد کے نزدیک تھا۔

شام کو مرحوم سے ملنے گیا تو فرمایا: صبح کے وقت جو کچھ پیش آیا تھا اس کے متعلق کسی سے کوئی گفتگو تو نہیں کی؟

میں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: اپنی زبان کو روک کر رکھنا اور جب تک میں زندہ ہوں اس ماجرے سے کسی کو آگاہ نہ کرنا وگرنہ تمہاری جان چلی جائے گی۔[۱]

۱۔ نشان از بی نشان ہا، ص ۸۰

پیاس کی شدت

علامہ حسن زادہ آملی حکیم صمدانی، عارف ربانی، مفسر قرآن آیۃ اللہ حاج میرزا محمد مھدی محی الدین الٰھی قمشہ ای قدس سرہ کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:

ہمیں اس بات کو قبول کرنا ہوگا کہ صرف وہی لوگ دوست (خدا) کے ہمراہ نغمہ سرائی اوراس کی صحبت سے برخوردار ہوتے ہیں جو دین کے ولی ہوتے ہیں، استاد الٰھی قمشہ ای بھی انہیں اولیاء میں سے ایک ولی تھے، اس کے بعد استاد الٰہی کی بعض کرامتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

ایک دن استاد قمشہ ای نے فرمایا: میں بے حال تھا لہذا خدا سے کہا کہ خدایا! اپنے جبرئیل کے ہاتھوں میرے لئے چند عدد لیمو بھیج، یہ آرزو کرنے کے بعد تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک بوڑھے شخص نے دق الباب کیا، جب دروازہ کھولا تو وہ بڑے بڑے دس عدد خوشبودار لیمو لئے کھڑا ہے اورانہیں ہاتھوں میں تھماتے ہوئے یہ کہہ کر چلا گیا کہ اسے لو اور کھاؤ۔

ایک مرتبہ جب مکہ جانا ہوا تو راستے میں آپ پر پیاس کا بڑا غلبہ ہوا تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: خدایا! پانی چاہئے۔

ناگہان ایک سید پانی کا ظرف لئے حاضر ہوگیا، استاد فرماتے ہیں: میں نے اپنی

زندگی میں ایسا شیرین اور ٹھنڈا پانی کبھی بھی نہیں پیا تھا، جب سیراب ہو گیا تو اس سید نے بقیہ پانی میرے سر پر ڈال دیا، جب سر اٹھایا تو دیکھا وہاں کوئی نہیں ہے۔

جب میرا قافلہ راستے میں نماز کے لئے ٹھہرا تو آپ اقامہ نماز کے لئے بیابان کے ایک گوشہ میں چلے گئے لیکن قافلہ آپ کے بغیر چل پڑا اور آپ اس بیابان میں تنہا رہ گئے، نماز کے بعد جب متوجہ ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں ہاتھ بلند کئے اور کہا: خدایا! اب کیا کروں؟

ناگہان ایک نئی گاڑی آپ کے سامنے آکر ٹھہری اور اس کے ڈرائیور نے کہا: آقائے الٰہی! کیا آپ کی گاڑی چلی گئی ہے؟ میں نے کہا: ہاں تو اس نے کہا: آئیں اس گاڑی پر سوار ہو جائیں۔

ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ میں اپنی گاڑی کے پاس پہنچ چکا تھا، فوراً اترا اور اپنی گاڑی پر سوار ہو گیا اور جب پلٹ کر اس گاڑی کو دیکھنا چاہا جس کے ذریعہ آیا تھا تو وہ نہیں تھی لہذا گاڑی کے مسافروں سے سوال کیا: جس گاڑی سے میں آیا تھا وہ کہاں گئی؟ مسافروں نے کہا: آقائے الٰہی! کون سی گاڑی؟ یہاں پر کوئی گاڑی نہیں ہے۔ [1]

۱۔ در آسمان معرفت، ص ۲۳۳

پتھر کے آنسو

جناب حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ غلام رضا حضرت آیۃ اللہ وجدانی فخر سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں ایک دن قم کے قبرستان ''نو'' میں فاتحہ پڑھنے کے لئے داخل ہوا، جب فاتحہ پڑھ چکا تو ایک گوشہ میں صاحب المیزان علامہ سید طباطبائی کو دیکھا، لہذا شرفیابی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے غم واندوہ اور بڑے سوزناک لہجہ میں فرمایا: آقائے وجدانی! آج کیسا دن ہے؟ میں نے کہا: آج روز عاشوراء ہے، فرمایا: کیا نہیں دیکھ رہے ہو کہ تمام آسمان وزمین اور جامد چیزیں حضرت سید الشہداءؑ پر گریہ کررہے ہیں؟ یہ سن کر میں بہت متعجب ہوا اور سمجھ گیا کہ اس ہستی کے اسرار میں سے ایک راز بیان کررہے ہیں۔

اسی اثناء آپ نے زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور سیب کی طرح دونیم کیا اور مجھے دکھایا میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس پتھر کے بیچ میں خون جاری ہے، کافی دیر تک اس پتھر کو دیکھتا رہا اور وہاں مبہوت کھڑا رہا اور جب اس حیرانی کی کیفیت سے باہر آیا تو متوجہ ہوا کہ علامہ جاچکے ہیں۔[1]

۱۔ کرامات صالحین، ص ۲۰۶

آگ کے شعلے

مفتی سید محمد عباس جزائری محدث کبیر آیۃ اللہ سید نعمت اللہ جزائری کی اولاد سے ہیں اور آیۃ اللہ سید طیب جزائری دامت برکاتہ کے جد پدری تھے، آپ ۱۲۲۴ھ میں شہر لکھنو میں متولد ہوئے اور ۱۳۰۶ھ میں وفات پائی۔

آپ اپنے وقت کے مشہور عالم دین، نابغہ اور ایک عجیب شخصیت کے مالک تھے، صاحب عبقات کے استاد اور مختلف علوم وفنون میں متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

آپ کو جہاں مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل تھے وہیں کرامات اور علوم غریبہ کے اعتبار سے بھی ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔

گرمی کا زمانہ تھا سرکار مفتی عباس چھت پر کچھ طالب علموں کو درس دینے میں مشغول تھے۔چونکہ آپ کا گھر پٹلو کا تھا، اچانک اس میں آگ لگ جاتی ہے، گرمی کی شدت اور پٹلو کی خشکی کی وجہ سے اسے پھیلنے میں زیادہ وقت نہیں لگا، تھوڑی دیر میں ہر طرف آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

گھر میں موجود خواتین کی فریادیں بلند ہوگئیں اور سرکار مفتی عباس چھت پر ہونے کی وجہ سے نیچے آنہیں سکتے تھے، اسلئے کہ ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی یہ کیفیت دیکھ کر آپ نے پرنم آنکھوں سے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ بلند کر دئے اور بارش کے لئے دعا کی، ابھی دعا تمام

نہ ہوئی تھی کہ آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور شدت سے برسنے لگا اور اتنا برسا کہ پوری آگ خاموش ہوگئی اور حتمی موت سے نجات ملی۔

لیکن اس وقت بڑا تعجب ہوا جب یہ دیکھا کہ بادل کا وہ ٹکڑا صرف آپ کے گھر پر برسا ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی اطراف کے گھروں میں نہیں گرا ہے، یہ واقعہ ۱۲۷۱ھ ق ۱۵ صفر کو پیش آیا تھا جسے سرکار مفتی عباسؒ نے عربی اشعار میں نظم بھی کیا ہے۔ [۱]

ا۔ تاریخ عباس، ج۲، ص ۲۷

بجلی کا طواف

ایک مرتبہ سرکار مفتی عباسؒ ہندوستان کے شہر کانپور میں نواب سید باقر علی خان کے وہاں مہمان تھے، گھر کے باہر صحن تھا جو مٹی کی دیوار سے گھرا ہوا تھا۔

زوال کے وقت سرکار مفتی عباسؒ اپنی عادت کے مطابق خضوع وخشوع کے ساتھ اپنے پروردگار سے راز و نیاز اور عبادت میں مشغول تھے، آسمان پر بدلی چھائی ہوئی تھی کہ اچانک بجلی کی کڑک نے دلوں کو دہلا دیا اور آپ کے پاس بجلی گری کہ جس کی روشنی نے آنکھوں کا چکا چوند کر دیا۔

بجلی آپ کے گرد طواف کرتی رہی، یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سرکار خاکستر ہو گئے ہیں، خود سرکار مفتی عباس صاحب کا بیان ہے کہ بجلی میرے اطراف طواف کرتی رہی اور میری حالت گندھک کی بو سے بری تھی، اسی اثناء میری زبان سے اسم جلالہ ''یا اللہ'' جاری ہوا، وہ بجلی کچھ دور درخت سے جا کر ٹکرا گئی، اسے اور اس کے نیچے بندھے ہوئے جانوروں سمیت جلا کر خاکستر کر دیا۔[1]

۱۔ کرامات علماء، ص ۲۲۰

حقوق کی ادائے گی کا اثر

کربلائی کاظم ایک معمولی انسان تھے، آپ کا پیشہ زراعت تھا، دیہات میں رہنے کی وجہ سے پڑھائی لکھائی سے بھی نابلد تھے لیکن شرعی اعتبار سے عبادت گزار اور متقی و پرہیز گار تھے مخصوصاً اناج وغیرہ سے زکات نکالنے کے بڑے پابند تھے کہ اچانک یہ مشہور ہو جاتا ہے کہ کربلائی کاظم جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے ہر ایک سے بہتر قرآن کے حافظ ہیں، خود کربلائی کاظم اپنی داستان اس طرح بیان کرتے ہیں:

آیۃ اللہ العظمیٰ حائری کا دور ہے، آپ کی طرف سے ہمارے دیہات میں ایک عالم دین آئے، انہوں نے اپنی تقریروں میں ہمیں زکات، خمس، نماز اور روزے کے احکام بتائے، انہوں نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا: ''جو مسلمان اپنے مال کا ہر سال حساب نہ کرتا ہو اور جو مالی حقوق ہیں انہیں ادا نہ کرتا تو اس کی نماز اور اس کے روزے صحیح نہیں ہیں'' یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی، میں نے اس پر عمل کرنے کے لئے ایک دن اپنے والد صاحب سے کہا لیکن انہوں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

لہذا میں نے گاؤں کے بزرگوں سے مدد لے کر اپنی زندگی اپنے والد صاحب سے الگ کر لی، والد صاحب نے مجھے ایک زمین دی اور کچھ بونے کے لئے اناج دئے، میں نے اس اناج میں سے آدھا فقراء میں تقسیم کر دیا اور آدھے کو اپنی زمین میں بویا، اس سال

خدا نے مجھے بہت برکت دی، اسی طرح میں ہر سال اپنے مال سے زکات نکالتا اور اس کام کو بروقت انجام دیتا تھا۔

یہاں تک کہ ایک دن میں کھیت پر کام وغیرہ کر کے گاؤں واپس آرہا تھا کہ میری ملاقات دو نورانی سید سے ہوئی جنہیں میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا تھا گاؤں کے قریب میں ایک امام زادے کا مقبرہ تھا، میں ان لوگوں کے ساتھ امام زادے کی قبر کی زیارت کے لئے چلا گیا، وہاں پہنچنے کے بعد ان لوگوں نے زیارت کے دوران مجھ سے کہا: کاظم! اوپر جو لکھا ہے اس کو پڑھو، میں نے کہا: مجھے پڑھنا نہیں آتا تو ان لوگوں نے کہا: اس طغرہ کو دیکھو، کیوں نہیں پڑھ سکتے؟

اب جب میں نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا تو مجھے اس طغرہ میں سورہ اعراف کی ۵۴ ویں آیت سفید اور نورانی شکل میں نظر آئی: ﴿ان ربکم الذی خلق السموات ...﴾ میں نے اس آیت کو شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا، اسی اثنا میں ان میں سے ایک سید نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور سینے تک پھیرا اور کچھ پڑھ کر دم کیا، اس کے بعد میں نے احساس کیا کہ میں پورے قرآن کا حافظ ہوں۔[1]

۱۔ خاطرات ماندگار، ص ۱۳۵

یازوج البتول

فاضل عراقی اپنی کتاب ''دارالسلام'' میں لکھتے ہیں: ''سن ۱۲۶۰ھ کی بات ہے، شیخ مرتضی انصاری امام حسین علیہ السلام کے حرم میں کھڑے ہوئے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوتا ہے، اس نے غور سے آپ کو دیکھا اور پھر کہا: میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، بتائیں کیا آپ ہی شیخ انصاری ہیں؟

شیخ انصاریؒ نے جواب دیا: ہاں! میں ہی شیخ انصاری ہوں لیکن یہ بتاؤ کام کیا ہے؟

اس نے کہا: میں ایک سنی مسلک اور منطقہ سماوات سے ہوں، میری ایک بہن ہے کہ جو مجھ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر رہتی ہے، ایک دن میں اس کی ملاقات کو گیا اور جب لوٹنے لگا تو ایک شیر نے میرا راستہ روک لیا، اس وقت میں تنہا تھا اور وہ شیر بھی نہایت غصہ میں تھا، اس وقت میرے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ اپنی جان بچانے کے لئے اولیاء اللہ کو پکاروں لہذا میں نے سب سے پہلے اپنے پیشواؤں اور اماموں کو پکارا لیکن کوئی میری مدد کو نہ آیا مایوس ہو کر زوج البتول کو پکارا:

''یازوج البتول ویا ابا السبطین یا علی ابن ابی طالب خلصنی'' اے بتولؑ کے شوہر، اے حسن وحسین کے بابا اور اے علی ابن ابی طالب مجھے نجات دلائیں۔

ناگہان ایک اسب سوار ظاہر ہوا، اس نے شیر کو ایک طرف چلے جانے کا اشارہ کیا،

اس شیر نے سر جھکایا اور اس اشارے کے سمت چلا گیا، اس سوار نے مجھ سے کہا: میرے ساتھ آؤ، میں ان کے ساتھ ہولیا اور جب ایک مطمئن جگہ پر پہنچ گیا تو اس سوار نے مجھ سے کہا: یہاں سے اب تم اکیلے جاسکتے ہو، جاؤ ''فی امان اللہ''

میں نے عرض کیا: آپ کون ہیں کہ جنہوں نے مجھے حتمی ہلاکت سے بچالیا؟

اس سوار نے جواب دیا: میں وہی ہوں کہ جسے ابھی تم تک مدد کے لئے پکار رہے تھے یہ سن کر میں نے کہا: پھر مجھے اجازت دیں تا کہ میں آپ کے دست مبارک کا بوسہ لے لوں۔

تو آپؑ نے فرمایا: میرے ہاتھ کا بوسہ لینے کے لئے عقیدہ وایمان کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے پھر مجھے اپنے عقیدے کے تعلیم دیں تو آپؑ نے فرمایا: جاؤ شیخ مرتضٰی انصاری کے پاس اوران سے تعلیم حاصل کرو۔

میں نے کہا: اس وقت اگر میں نجف جاؤں تو کیا ان سے ملاقات ہوسکتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا: وہ اس وقت کربلا میں ہیں، کربلا جاؤ اورانہیں سید الشہداء کے حرم میں تلاش کرو، انہوں نے جو نشانیاں بیان کی تھیں، مجھے وہ پوری طرح آپ کے اندر دکھائی دی ہیں، یہ سن کر شیخ مرتضٰی انصاری نے اسے شیعہ عقائد کی تعلیم دی۔[1]

۱۔ خاطرات ماندگار، ص ۱۲۷

ہم تمہیں بھولے نہیں ہیں

آیت اللہ شہاب الدین مرعشی نجفی فرماتے ہیں: ایک زمانے میں مالی اعتبار سے بے حد مشکلات کا شکار تھا، اسی دوران میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میرے پاس جہیز اکٹھا کرنے کے لئے پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی لہذا غم وغصہ کے عالم میں حضرت معصومہ سلام علیہا کے حرم میں داخل ہوا، میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اسی حالت میں کہا: بی بی آپ کیوں میری زندگی کو اہمیت نہیں دے رہی ہیں؟

میں کیسے اپنی بیٹی کی شادی کروں؟ اسکے بعد شکستہ دل ہو کر گھر لوٹ آیا، اسی عالم میں اچانک میرے اوپر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی، کسی کے دستک کی آواز سنی، دروازہ کھولا، آنے والے نے کہا: بی بی نے آپ کو بلایا ہے، یہ سن کر میں بھاگتا ہوا حرم پہنچا، جب وہاں پہنچا تو کچھ کنیزوں کو دیکھا کہ جو دالان کو پاک وصاف کر رہی ہیں۔

جب میں نے اس کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ ابھی بی بی آنے والی ہیں، تھوڑی دیر گذری تھی حضرت معصومہ وارد ہوئیں، ان کو دیکھ کر مجھے میری دادی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا یاد آگئیں، اسلئے کہ آپ شکل وصورت کے اعتبار سے بہت زیادہ میری دادی سے مشابہ تھیں، اس کے علاوہ میں اپنی دادی کو اس سے پہلے تین مرتبہ خواب میں دیکھ چکا تھا لہذا جیسے ہی حضرت معصومہ علیہا السلام کو دیکھا، دادی کی یاد آگئی، پھوپھی کے پاس

گیا اور آپ کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: شہاب! ہم نے کب تمہیں یاد نہیں کیا ہے کہ آج اس طرح سے گلہ کر رہے ہو؟ جب سے قم آئے ہو ہمارے زیر عنایت رہے ہو، یہ سنتے ہی میں اس حالت سے خارج ہوا، چونکہ میں نے بی بی کے حق میں بے ادبی کی تھی لہذا فوراً معافی مانگنے کے لئے حرم آیا، اس کے بعد گشائش حاصل ہوئی اور میں نے آرام سے اپنی بیٹی کی شادی کی۔[1]

۱۔ خاطرات ماندگار، ص ۱۴۱

باطن شناس

آیۃ اللہ سید عبد الکریم کشمیری دامت برکاتہ کے سید مصطفیٰ خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گہرے روابط تھے۔

آیت اللہ کشمیری ذکر کرتے ہیں:

ایک دن آیت اللہ مصطفیٰ خمینیؒ نے اپنے والد محترم امام خمینیؒ سے عرض کیا: سید عبد الکریم کشمیری پوشیدہ باتوں کی خبر دیتے ہیں تو امام خمینیؒ نے کہا: اگر وہ پوشیدہ باتوں کی خبر دیتے ہیں تو جاؤ ان سے سوال کرو کہ سالوں پہلے میں نے ایک خواب دیکھا ہے، جسے آج تک کسی سے بیان نہیں کیا ہے، ان سے کہو کہ بتائیں وہ خواب کیا تھا، آیت اللہ مصطفیٰ خمینی نے مجھے بتایا تو میں نے کچھ اوراد پڑھے اور مجھے ان کے سوال کا جواب مل گیا، لہذا میں نے آیت اللہ مصطفیٰ خمینیؒ سے کہا: جاؤ اپنے والد صاحب سے کہہ دو کہ انہوں نے ایران میں خواب دیکھا تھا کہ ان کا نجف میں انتقال ہوگیا ہے اور جب دفن کرنے کے لئے قبر میں رکھا گیا تو ان کے پہلو میں ایک پتھر رہ گیا تھا جو اذیت کر رہا تھا، امام علی علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں: آپ کیسے ہیں؟

انہوں نے عرض کیا: میں اچھا ہوں لیکن یہ پتھر مجھے اذیت کر رہا ہے لہذا حضرتؑ نے وہ پتھر وہاں سے ہٹا دیا۔

جب آیت اللہ مصطفیٰ خمینیؒ نے یہ بات بتائی تو امام خمینیؒ نے اس بات کی تصدیق کی اور کہا ہاں خواب ایسا ہی تھا، اسکے بعد آیت اللہ مصطفیٰ خمینیؒ نے مجھ سے سوال کیا: کیا بابا کا انتقال نجف میں ہوگا؟ تو میں نے کہا: نہیں بلکہ ان کا انتقال ایران میں ہوگا۔[۱]

۱۔ آفتاب خوبان، ص ۴۷

صاحب تصویر

آیت اللہ سید عبد الکریم کشمیری فرماتے ہیں:

سید افضل حسین ہندی کبھی کبھی زیارت کی غرض سے نجف آیا کرتے تھے، توانا خطیب ہونے کے علاوہ عقائد کے اعتبار سے سیسہ پلائی دیوار تھے، میں نے ان سے بہت سی کرامتیں دیکھی ہیں، وہ روزانہ بارہ ہزار مرتبہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھا کرتے تھے اور جب کوئی ان سے ذکر مانگتا تھا تو آپ فرماتے تھے: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے کیوں میرے پاس آتے ہو؟

آپ کو پوشیدہ چیزوں کی خبریں رہتی تھیں، اور جب کوئی آپ کے پاس تصویر لاتا تھا تو صاحب تصویر کو دیکھ بتا دیتے تھے کہ جنتی ہے یا جہنمی۔

''سید ہاشم حداد ہندی الاصل تھے، آپ کا حلم بہت مشہور تھا، نہایت درجہ کے بردبار تھے اور بہت کم بات کرتے تھے، بیشتر اوقات اوراد واذکار میں مشغول رہا کرتے تھے۔

تجرد روح کے سلسلہ میں بہت قوی تھے اور یہ کمال آپ کو بردباری کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی، آپ کی ساس جو ہمیشہ آپ کو اذیت دیا کرتی تھیں اور برا بھلا کہا کرتی تھیں لیکن آپ ہمیشہ سکوت کے ذریعہ جواب دیا کرتے تھے، حسب معمول جب ایک دن گھر میں وارد ہوئے تو آپ کی ساس نے آپ کو کوسنا شروع کر دیا لیکن آپ نے کچھ نہ کہا، نہایت

تھکے ہوئے تھے، سر جھکایا اور گھر سے باہر آگئے، گھر سے باہر آکر توقف کیا تو اچانک مشاہدہ کیا کہ آپ کی روح آپ کے سامنے کھڑی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔

ہاں! یہ کمال صرف انہیں لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو غضب اور شہوت کو روک لیتے ہیں اور انہیں ابھرنے کی اجازت نہیں دیتے، کیا ہی خوب کسی عارف نے کہا ہے:

وقت خشم و وقت شہوت مرد کو دنبال چنین مردی ام کو بہ کو

غصہ اور شہوت سے مقابلہ کرنے والے لوگ کمیاب ہیں، میں نے ایسے لوگوں کی تلاش میں در در کی خاک چھانی ہے۔

۱۔ آفتاب خوبان، ص ۲۵

باطل کی شکست

آیۃ اللہ کشمیری فرماتے ہیں:

میرے دادا سید حسین کشمیری صاحب کرامات تھے، نہایت درجہ کے متقی و پرہیز گار تھے اور آج آپ کا مقبرہ کشمیر میں لوگوں کی حاجات کا ملجأ و ماویٰ بنا ہوا ہے، ان کا ایک ناصبی سے بہت مشہور مناظرہ ہوا تھا جو سننے کے لائق ہے:

ایک دن آپ وضو کرنے میں مشغول تھے کہ ایک ناصبی آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے مذہب کے باطل ہونے اور میرے مذہب کی حقانیت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ میں زمین سے آسمان کی طرف چند میٹر اٹھ سکتا ہوں لیکن آپ نہیں اٹھ سکتے، یہ سن کر آپ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر کر کے دکھاؤ، ہم بھی دیکھیں، اس نے کچھ پڑھا اور زمین سے آسمان کی طرف چند میٹر اٹھ گیا، یہ دیکھتے ہی آپ نے اپنے پیروں سے جوتی اتاری اور اس کی طرف پھینکی، اس جوتی نے اسے اتنا مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور اس طرح وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔[1]

۱۔ آفتاب خوبان، ص ۲۰

حدیث اہلبیتؑ کا اعجاز

شیخ عباس قمیؒ پورے ایران بلکہ جہان تشیع میں اپنی گرانقدر کتاب مفاتیح الجنان کے کے ذریعہ مشہور ہیں، اگر چہ آپ نے سفینۃ البحار کئی جلدوں میں تالیف کی لیکن جو اعتبار کتاب مفاتیح کو حاصل ہوا وہ آپ کی بقیہ کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا، مرحوم کے بقول یہ اثر آپ کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اس کتاب کو بی بی حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے لئے لکھی تھی اور یہی نسبت اس کتاب کی شہرت کا باعث ہوئی۔

کہتے ہیں کہ جب تک آپ نے اس مفاتیح پر پوری طرح عمل نہیں کرلیا اس وقت تک اسے چھپنے کے لئے نہیں دیا، آپ کا یہ خلوص اور پرہیز گاری کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے جسے ثابت کرنے کی ضرورت ہو بلکہ زبانزد ہے یہاں تک کہ بہت دنوں تک آپ کے والد ماجد اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ وہ مشہور کتاب ان کے پر افتخار بیٹے کی لکھی ہوئی ہے۔

گھر میں جب بھی کوئی بچہ مریض ہو جاتا تھا تو اپنی انگلی گلاس کے پانی میں ہلا کر بچے کو یہ کہہ کر پینے کے لئے کہتے کہ اسے پی لو کہ تمہیں ضرور شفا مل جائے گی اس لئے کہ میں نے اس انگلی سے اہلبیتؑ کی بہت سے حدیثیں لکھی ہیں۔

یا جب ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیر درد کی شکایت کی اور کہا کہ

میرے پیر کے درد کی تسکین کے لئے دعا کریں تو آپ نے فرمایا: میرے لئے اس بات کا امکان ہے کہ میرا احساب خدا کے نزدیک گنہگاروں سے ہو اور میری دعا مستجاب نہ ہو، یعنی تمہارے پیر کا درد دور نہ ہو لیکن میں نے ایک عمر اس انگلی سے اہلبیتؑ کی حدیثیں لکھی ہیں اس انگلی کو شفا کی غرض سے تمہارے پیروں پر پھیرتا ہوں کہ انشاء اللہ امام صادق علیہ السلام ضرور شفا عطا فرمائیں گے، اس کے پیروں پر اپنی انگلی پھیری ور اسے شفا مل گئی۔

یا ایک دن آپ کے بچے کی آنکھوں میں درد ہونے لگا، آپ نے اس کی آنکھوں پر کتاب کافی تبرک کی غرض سے پھیرا اور فرمایا: اس میں امام صادق علیہ السلام کی حدیثیں ہیں، تمہیں ضرور شفا ملے گی اور اسے کسی ڈاکٹر کے بغیر فوراً شفا مل گئی۔

تہران کے ایک نیکوکار شخص کا بیان ہے کہ مرحوم شیخ عباس قمی نے آٹھ ریال کی ایک گھڑی خریدی لیکن وہ ہر دم خراب رہا کرتی تھی اور آپ اسے بنوانے کے لئے ہر بار ایک ریال دکاندار کو دیا کرتے تھے، اس گھڑی کی خرابی کی وجہ سے آپ کے بہت سے پروگرام خراب ہو جایا کرتے تھے، اسلئے کہ اسی گھڑی کے مطابق اپنے کاموں کو تنظیم کیا کرتے تھے، ایک دن جب وہ خراب ہو گئی تو کہا: اب میرے پاس تیرے اوپر خرچ کرنے کے لئے کوئی پیسہ نہیں ہے، لہذا تھوڑی سی خاک شفا لی اور اسے گھڑی کے نیچے لگا دیا، وہ گھڑی صحیح ہو گئی اور پھر خراب نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا اور وہ گھڑی بھی ان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔[1]

۱۔ کرامات و حکایات عاشقان خدا، ص ۶۱

پیسہ کبھی ختم نہ ہوگا

آیۃ اللہ سید عباس حسینی کاشانی کا بیان ہے:

میں جب نجف مشغول تحصیل تھا تو میرا ایک دوست تھا جو معیشت کے اعتبار سے بہت پریشان رہا کرتا تھا، اس کی گذر بسر بڑی مشکل سے ہوا کرتی تھی، ہمیشہ پریشان رہا کرتا تھا، ایک دن مشکل کو حل کرنے کے لئے عارف نامدار آقائے قاضی کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی: خدا نے مجھے ہر نعمت سے نوازا ہے بس ایک مشکل میرا گریبان نہیں چھوڑ رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں معیشت کے اعتبار سے سخت مشکلوں کا شکار ہوں، رفع مشکل کے لئے اگر آپ سے کچھ ہو سکے تو میری خواہش ہے کہ میرے حق میں کچھ کریں۔

آقائے قاضیؒ نے اس کی باتوں کو سننے کے بعد اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ عراقی پیسے پکڑاتے ہوئے کہا: ان پیسوں کو لو اور انہیں گنے بغیر استعمال میں لاتے رہو، میرے دوست کا بیان ہے کہ میں ایک دراز مدت تک اس پیسے کو استعمال کرتا رہا لیکن وہ کم نہ ہوتا تھا اور اس کی موجودی اپنی جگہ برقرار تھی۔

یہاں تک کہ ایک دن میں نے اسے گن لیا، اس کے بعد ان پیسوں سے برکت اٹھ گئی اور وہ ختم ہو گئے، میں دوبارہ اپنی پہلی والی حالت پر لوٹ گیا اور سخت فقر و فلاکت کا شکار ہو گیا۔

مشکل کو حل کرنے کے لئے دوبارہ آقائے قاضیؒ کی خدمت میں پہنچا لیکن میرے کچھ کہنے سے پہلے انہوں نے فرمایا: ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تم نے پیسوں کو گن لیا ہے آپؒ نے دوبارہ اسے کچھ پیسے دئے اور تاکید کے ساتھ منع کر دیا کہ ان پیسوں کو ہرگز نہ گنے، آیۃ اللہ کاشانی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرا وہ دوست جب تک زندہ رہا انہیں پیسوں کو استعمال کرتا رہا اور وہ پیسے اپنی جگہ باقی رہے اور کبھی بھی کم نہ ہوئے اور وہ ہمیشہ کے لئے فقر و فلاکت سے نجات پا گیا۔[۱]

۱۔ اسوہ عرفان، ص ۱۶۵

ایک بہت بڑا راز

آیۃ اللہ حسن زادے آملی دامت برکاتہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے مشہور عارف میرزا جواد تبریزی کو خواب میں دیکھا تو آپ نے مجھے ایک دستور العمل عنایت فرمایا کہ میں روزانہ ۳۵ مرتبہ سورہ قدر اور ۶۵ مرتبہ سورہ توحید کی تلاوت کروں، اسی خواب میں میرے ذہن سے یہ خیال گذرا کہ یہ دونوں عدد جمع ہو کر ۱۰۰ بنتے ہیں، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی عطا میں کوئی دریغ نہیں کی ہے اب اگر کوئی مشکل پیش آئے تو وہ آپ کی طرف سے ہے۔

جسے خدا کی معرفت مل جاتی ہے وہ ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے، خدا کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے، سارے کمالات اسی کے پاس ہیں اور جب بندہ اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ میں جنت کو لے کر کیا کروں گا؟ جو کھانے کے زیادہ حریص ہوتے ہیں وہ جنت کی آرزو کرتے ہیں کہ جنت میں کیا اور کتنا کھائے....لیکن جسے خدا مل جاتا ہے اسے ایسی چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، مقصد نزدیک ہے، اگر کوئی اس راستہ کو صحیح طے کرے تو ضرور خدا تک پہنچے گا، خدا خود اس کے پاس ہے، وہ دور نہیں ہے۔

جمال یار ندارد وحجاب و پردہ ولی
غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد

محبوب کے جمال کو دیکھنے کی راہ میں کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے ہاں ! اگر اسکے جمال کی زیارت کرنا ہے تو اپنی نظروں کے سامنے پھیلے غبار کو صاف کر پھر دیکھے گا کہ اس کا جمال ہر ایک سے زیادہ عیاں ہے۔

انسان خود غبار ہے، یہ دنیا غبار ہے، یہ حجاب ہے وگرنہ خدا کے لئے کوئی حجاب نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنی ظہور کی کثرت کی بنا پر نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

دوستو! تھوڑا غور کرو، رات کی تاریکیوں میں آدھے ایک گھنٹے کے لئے بیٹھو، اس کے جمال و کمال، موجودات عالم اور مخلوقات کے متعلق غور و فکر کرو، جب ایسا کرو گے تو محسوس کرو گے کہ اس عالم میں سب سے عظیم خود وہی ہے اور پورا عالم اس کے اندر سمٹا ہوا ہے، یہ کہنے والی بات نہیں ہے بلکہ جب تک اس پر عمل نہیں کرتے اصل حقیقت کھل کر سامنے نہیں آسکتی۔[۱]

۱۔ طبیب دلہا، ص ۱۰۹

علیک السلام

اس کائنات میں انسان ہونے کا مطلب حکمرانی ہے، یہ وہ شرف ہے جسے حق نے اپنے نیک بندوں کو بخشا ہےاور جسکی وجہ سے بنی آدم مخلوقات کی حسادت کا باعث بنا ہے، لہذا جب بندہ اس مادی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اپنی انسانیت کے تقاضوں پر اور ''خذوا ما آتاکم الرسول و انھوا ماانھاکم ''پرعمل پیرا ہوجاتا ہےتو مخلوقات اس میں تجلی الٰہی کو دیکھتے ہوئے اس کی تابع ہو جاتی ہے، اس کے لئے ظاہر و باطن اور اول و آخر ایک ہوجاتے ہیں، دنیا جسے مردہ سمجھتی ہے وہ ایسے انسانوں کی نظر با حیات ہوتے ہیں، سلام وکلام کرتے ہیں اور نشست و برخاست جاری رکھتے ہیں۔

میرے گرانقدر اور شفیق و مہربان استاد ''داود رجبی'' جو میرے عرفان کے استاد ہیں، زیارت امام رضا علیہ السلام کی غرض سے حرم مطہر مشرف ہوئے تو طلائی گنبد کو دیکھ کر تہہ دل سے سلام کیا اور جب ادھر سے ''علیک السلام'' کا جواب ملا ہے تو گویا احساس ہوا کہ انہیں دنیا و آخرت کی سعادت کی ضمانت مل گئی ہو، اس کیفیت کو دیکھ کر میں نے بعد میں ان سے سوال کیا کہ انسان کو یہ مقام کب حاصل ہوتا ہےتو انہوں نے جواب دیا:

یہ انسان کا مقام ہے جو اسی کے لئے ہے بس ہماری حرکت کی ضرورت ہے کہ نیت کو رب العالمین کے لئے خالص کرلیں اور ہر ایک کو چھوڑ کر اپنے معبود حقیقی سے وابستہ ہو جائیں۔

بساط سلیمانی کا راز

علامہ طباطبائی صاحب المیزان فرماتے ہیں:

میرے بھائی نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعہ عارف روزگار آقائے قاضیؒ سے سوال کروایا کہ بساط سلیمانؑ کہ جس پر آپ بیٹھ کر مشرق و مغرب کا سفر کیا کرتے تھے وہ ظاہری اسباب کے ذریعہ بنی ہوئی تھی یا ایک الٰھی تحفہ تھی کہ جس کا مادیات سے کوئی تعلق نہ تھا؟

آقائے قاضیؒ نے فرمایا: اس وقت میرے ذہن میں اس کا جواب نہیں ہے ہاں اس موجود سے سوال کر سکتا ہوں جو حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں تھا، اس شاگرد کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ ہم ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے وہاں میں نے ایک انسان نما موجود کو دیکھا جو ہماری نظروں کے سامنے ظاہر ہو گیا، آقائے قاضیؒ اس کے پاس گئے اور اس سے اصل حقیقت معلوم کرنے کے بعد جب واپس آئے تو فرمایا کہ وہ بساط ایک الٰھی تحفہ تھی کہ جس کا مادیات سے کوئی تعلق نہ تھا۔[۱]

۱۔ مہر تابان، ص ۳۷۳

الٰہی عطا

سید قاسم جمارانی ایک مومن اور پاک دل انسان تھے، پورے جماران میں اسلام اور دینداری کے اعتبار سے بہت مشہور تھے ۔

ان کا بیان ہے کہ میں ایک بہت ڈرپوک انسان تھا، جو معمولی چیزوں کو دیکھ کر بھی خوفزدہ ہوجایا کرتا تھا، ترسناک اور پر ماجرا امور سے دور دور رہا کرتا تھا، سیاسی مسائل اور انہیں جیسے دیگر مسائل سے بہت بھاگتا تھا، معمولی آواز سن کر اس طرح خوفزدہ ہوجایا کرتا تھا کہ حاضرین کو میری حالت دیکھ کر بہت تعجب ہوتا تھا، ایک دن جب عراقی جنگی جہازوں کے خلاف کاروائی شروع ہوئی اور اس کی آواز فضا میں گونجی تو میری حالت خوف کے مارے غیر ہوگئی، میں کنٹرول سے باہر ہوگیا اور کسی سے سنبھلا نہ جارہا تھا کہ اسی اثنا میں حضرت امام خمینیؒ پہنچ گئے، میری حالت دیکھ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا (اور کچھ پڑھا)

سید قاسم جمارانی کا بیان ہے کہ جیسے ہی آپ نے اپنے مبارک ہاتھ میرے سینے پر رکھا میرا خوف وترس ختم ہوگیا اور میری حالت یہ ہوگئی کہ جیسے کہ میں کبھی بھی ڈرتا ہی نہ تھا

اس کے بعد سے میرا دل اس طرح مضبوط ہوگیا کہ جس کی توصیف نہیں کرسکتا، پھر کبھی بھی کسی چیز سے نہیں ڈرا اور یہ چیز مجھے حضرت امامؒ کے مبارک ہاتھوں سے عطا ہوئی تھی ۔[۱]

۱۔ پابہ پای آفتاب، ج۱، ص۲۶

بارہواں مہدیؑ ہے

حجۃ الاسلام محی الدین فرقانی بیان کرتے ہیں:

ایک سن رسیدہ شخص تھا جو حضرت امام خمینیؒ سے بدبینی میں مشہور تھا جسے لوگ شیخ مازندرانی کے نام سے جانتے تھے، اس کی عداوت کا عالم یہ تھا کہ وہ آپؒ کے خلاف زہر پھیلانے کے علاوہ لوگوں کو آپؒ سے دور رہنے کے لئے کہا کرتا تھا اور طالب علموں کو ان کے درس میں جانے سے منع کیا کرتا تھا۔

امام خمینیؒ ہر روز ۱۵/۱۰ بجے درس دینے کے لئے اپنے گھر سے نکلتے تھے اتفاق سے ایک دن وہ اکیلے گھر سے باہر آ گئے اور میں جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہا کرتا تھا اس دن ہمراہ نہ ہوسکا لیکن کچھ وقفہ کے بعد میں بھی چل پڑا جیسے ہی گھر کے باہر قدم رکھا تو اسی شیخ مازندرانی کو دیکھا جو آپ کی چوکھٹ کا بوسہ لے رہا ہے، مجھے دیکھ کر اس نے کہا: ﴿الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله﴾

یہ سن کر میں نے کہا: داستان کیا ہے؟

اس نے کہا: کیا درس میں جا رہے ہو؟ اور آقا مسجد تشریف لائیں گے؟

میں نے کہا: ہاں!

اس نے کہا: میں بھی مسجد آؤں گا

حالانکہ وہ اس سے پہلے تک مسجد نہیں جاتا تھا اور اپنے بچہ کو بھی امام خمینیؒ کے ہاتھوں کا بوسہ لینے کے لئے منع کیا کرتا تھا، اسی اثنا میں امام خمینیؒ اپنے گھر سے باہر آئے، اس نے آپ کو دیکھ کر حیا کے مارے راستہ بدل دیا اور ایک دوسری گلی سے نکل گیا، میں امام خمینیؒ کے ہمراہ مسجد کی طرف چل پڑا، اس دن میرے پاس کتاب نہیں تھی لہذا مسجد کے دروازے پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ شیخ مازندرانی بھی آیا اور میرے پاس بیٹھ گیا، اصل حقیقت سے راز کھولتے ہوئے کہا: آپ کو خوب معلوم ہے کہ میری یہ حالت میرے مصاحبوں کی وجہ سے ہے، ان لوگوں نے میرے کانوں میں امام خمینیؒ کے خلاف اس قدر ناروا باتیں بیان کیں کہ میں امام خمینیؒ سے بدظن ہو گیا۔

لیکن میں نے کل رات خواب میں دیکھا کہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے حرم میں ہوں، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کے سن کو دیکھ کر معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کون امام ہو سکتا ہے، ان میں سے بارہویں کے متعلق کہہ رہے تھے کہ وہ حضرت مھدی (ع) ہیں۔

ان کے چہرے نورانی اور ملکوتی تھی، اس کے بعد میں نے علماء کو دیکھا جو مقدس اردبیلی کی قبر سے باہر آرہے ہیں اور اس محفل میں شریک ہو رہے ہیں، میں نے انہیں غور سے دیکھنا شروع کیا تا کہ شاید ان میں سے کسی کو پہچان لوں، اچانک عرب کے ایک شیخ شلال کو دیکھا جنہیں میں اچھی طرح پہچانتا تھا، انہیں دیکھ کر بہت خوشحال ہوا، چاہا کہ بڑھوں لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کسی نے مجھے زمین سے چپکا دیا ہے، لہذا وہیں کھڑا رہا،

علماء آتے جاتے تھے اور وہ لوگ ہر ایک کی تعظیم کیا کرتے تھے، اسی اثنا میں دیکھا کہ امام خمینیؒ حرم کے ایک گوشہ سے ظاہر ہوئے اور ان کے ساتھ آپ بھی ہیں، جوتوں کو خادموں کے حوالے کیا اور وارد محفل ہوئے، جیسے ہی امام خمینیؒ وہاں پہنچے سب کے سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، اسکے بعد سب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے لیکن جسے حضرت مھدی (ع) کہتے تھے وہ اپنی جگہ کھڑے رہے اور آواز دی: روح اللہ!

امام خمینیؒ نے اپنی عبا سمیٹی اور کہا: ہاں آقا!

فرمایا: نزدیک آؤ

امام خمینیؒ جلدی جلدی ان کے نزدیک تشریف لے گئے، میں نے دیکھا کہ آپ دونوں کے قد برابر ہیں اور قد میں دونوں برابر ہیں۔

امام خمینیؒ نے اپنا کان حضرت مھدی (ع) کے دہن مبارک سے نزدیک کیا اور صرف میں نے اتنا سنا کہ امام خمینیؒ فرمارہے ہیں، چشم آقا... میں نے انجام دے دیا.... انشاء اللہ ضرور انجام دوں گا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک حضرت مھدی (ع) امام خمینیؒ کے کانوں میں کچھ کہتے رہے، اس کے بعد جب بات پوری ہوگئی تو امام خمینیؒ نے خدا حافظی کی غرض سے تعظیم کی اور الٹے پاؤں حرم سے خارج ہو گئے، یہ دیکھ کر میں نے سوال کیا کہ امام خمینیؒ زیارت کی غرض سے حرم کیوں نہیں گئے تو مجھ سے کہا گیا کہ جب حضرت امیر المومنین یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ حرم جا کر کیا کریں گے؟

میں خواب سے بیدار ہوا، اصل حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد جو کچھ ان کے خلاف کیا تھا بہت رویا، اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لئے سب سے پہلے میں نے امام خمینیؒ کی چوکھٹ کا بوسہ لیا جسے تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اس کے بعد کہا: یہ تھی میری داستان لیکن میری تم سے ایک تمنا یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو امام خمینیؒ سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دیں۔

امام خمینیؒ جب مسجد سے باہر آئے اور میں ان کے ہمراہ چل پڑا تو راستہ میں شیخ مازندرانی کا پورا قصہ کہہ سنایا، آپ نے فرمایا: میں نے اسے معاف کر دیا، اس نے جو کچھ میرے حق میں کیا تھا ان سب کو معاف کر دیا۔

اس کے بعد جب میں اکیلا ہو گیا تو وہ بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور پوچھا: کیا ہوا؟

میں نے کہا: امام خمینیؒ نے تمہیں معاف کر دیا ہے، یہ سن کر وہ سجدہ میں گر پڑا اور سجدہ شکر بجالایا، اسکے بعد سے ہمیشہ کے لئے آپ کے مداحوں میں آگیا اور امام خمینیؒ کی توجہات سے مستفیض ہونے لگا۔[۱]

۱۔ پابہ پای آفتاب، ج ۲، ص ۹۱-۹۰

فلاسفہ بھی تعظیم کے لئے اٹھ گئے

حجۃ الاسلام علی دوانی کا بیان ہے:

ایک دن میں نے امام خمینیؒ اور بعض علماء کو بچہ دار ہونے کی خوشی میں اپنے گھر پر دعوت دی، آپ کے ساتھ آپ کے بڑے فرزند آقا مصطفیٰ خمینی بھی تھے جو اس وقت لاغر اندام، خوش طبع، ظریف اور فضلائے عصر میں شمار ہوتے تھے۔

میں نے آقا مصطفیٰ کو مخاطب کر کے کہا: سنا ہے کہ آپ نے اپنے والد ماجد کے متعلق ایک بہت عجیب خواب دیکھا ہے، جسے بعض لوگوں سے بیان بھی کیا ہے، اسے یہاں بھی بیان کروتا کہ ہم بھی سن لیں اور حاج آقا بھی سن لیں۔

آقا مصطفیٰ نے سر جھکا لیا اور کنکھیوں سے امام خمینیؒ کو دیکھنے لگے گویا اجازت کے منتظر تھے کہ وہ پہلے اجازت دیں۔

دوسری طرف حاضرین اصرار پر اصرار کئے جا رہے ہیں لیکن آقا مصطفیٰ میں اتنی جرات نہیں ہے کہ وہ حضرت امامؒ کی اجازت کے بغیر اپنی زبان کھولیں، یہ کیفیت دیکھ کر مرحوم حاج عبداللہ نے امام خمینیؒ سے کہا: آقا! مصطفیٰ کو خواب بیان کرنے کی اجازت دیں، وہ خواب واقعاً بہت عجیب ہے۔

امام خمینیؒ نے متبسم ہوتے ہوئے فرمایا: کہو

آقا مصطفیٰ خوش بیان ہونے کے علاوہ شجاع اور تکلم میں بے نظیر تھے لیکن جب خواب بیان کرنے کی کوشش کی تو زبان میں لکنت آ گئی، انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس طرح خواب کو بیان کیا:

کچھ دنوں پہلے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں ایک محفل میں ہوں، وہاں بالترتیب تمام فلاسفہ تشریف فرما ہیں، فارابی، شیخ الرئیس ابن سینا، بیرونی، فخر رازی، خواجہ نصیر الدین طوسی، علامہ حلی، ملا صدرا، ملا ہادی سبزواری، سقراط، افلاطون، ارسطو اور یونان کے دیگر فلاسفہ سب کے سب بیٹھے ہوئے ہیں۔

پوری محفل میں ایک ہیبت چھائی ہوئی تھی، میں دل ہی دل میں بہت خوشحال تھا کہ فلاسفہ کی زیارت کے لئے خوب موقع ملا ہے، ایک ہی جگہ سب کی زیارت نصیب ہو گئی ہے، اسی اثنا میں آپ کو دیکھا کہ وارد محفل ہوئے، سارے علماء اور فلاسفہ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو صدر مجلس میں بٹھایا۔

خواب تمام ہو گیا، امام خمینیؒ نے آقا مصطفیٰ کی طرف دیکھا اور کہا: یہ خواب تم نے دیکھا ہے؟

آقا مصطفیٰ نے کہا: ہاں!

امام خمینیؒ نے فرمایا: غلط کیا جو ایسا خواب دیکھا، یہ سن کر حاضرین ہنس پڑے۔[۱]

۱۔ پا بہ پای آفتاب، ج ۳، ص ۹۶

یہ ہو کر رہے گا

حجۃ الاسلام نصر اللہ شاہ آبادی بیان کرتے ہیں:

نجف میں اقامت کے دوران امام خمینیؒ کی سکونت سے پہلے ایک دن خواب میں دیکھا کہ پورے ایران میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں، مخصوصاً پورا خوزستان جل رہا ہے، خرما کے تمام درخت نابود ہو چکے ہیں اور اس جنگ میں میرا ایک قرابتدار بھی شہید ہو گیا ہے، یہ جنگ دراز مدت تک جاری رہی یہاں تک کہ ایران فاتح ٹھہرا، خواب کے شروع سے آخر تک میرے ذہن میں یہ خیال گذر رہا تھا کہ یہ جنگ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور ان کے دشمنوں کے درمیان ہو رہی ہے، جنگ کے تمام ہونے کے بعد میں نے سوال کیا کہ امام حسین علیہ السلام کہاں ہیں؟

مجھ سے کہا گیا کہ اس عمارت کے دوسرے طبقہ پر تشریف فرما ہیں، میں اوپر گیا، وہاں دو کمرے تھے بائیں طرف واقع کمرے میں جب داخل ہوا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام وہاں تشریف فرما ہیں، عرض ادب کیا اور بیٹھ گیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، جب امام خمینیؒ نجف تشریف لائے تو میں نے ان سے پورا خواب بیان کر دیا، آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا: یہ ہو کر رہے گا۔

میں نے سوال کیا: وہ کیسے؟

فرمایا: جو کچھ ہوگا تم اسے خود بھی دیکھو گے

میں نے اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی تو امام خمینیؒ نے فرمایا:

میں اس شرط کے ساتھ بیان کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کرنا، جس وقت میں قم میں آپ کے والد ماجد آقائے شاہ آبادی (آپ کے عرفان کے استاد) کی خدمت میں درس پڑھا کرتا تھا، اس وقت میں ہر ایک سے زیادہ آپ سے نزدیک تھا اور انہیں بہت چاہتا تھا اور وہ بھی مجھے بہت چاہتے تھے، مجھے اپنے اسرار کا محرم سمجھتے تھے، ایک دن انہوں نے مجھ سے انقلاب اور اس کے متعلق جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان کیا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ زمانہ بہت نزدیک ہے۔[1]

۱۔ پا بہ پای آفتاب، ج۳، ص۲۳۳

نفس رحمٰن

جانباز غلام رضا عالی امام خمینیؒ کے ہاتھوں اپنی شفایابی کی داستان اس طرح بیان کرتے ہیں:

جب ۱۳۵۷ھ ش ۲۱ بہمن کو حکومت کی طرف سے ہر طرف نظامی حکومت کا اعلان ہو گیا تو میں امام خمینیؒ کے عمومی فرمان کے مطابق (کوئی بھی گھر میں نہ رہے اور نظامی حکومت کی بساط الٹ دی جائے) میں اس فرمان کے مطابق اس غرض سے گھر سے نکلا کہ آج جو کچھ ہونے والا ہے اسے نوٹ کروں، لوگوں کے باہر آتے ہی فوجیوں نے فائرنگ شروع کر دی، لوگ بھاگنے لگے، اسی افراتفری میں میں بھی بھاگا سامنے ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا، اس میں داخل ہوا اور چھت پر چڑھ گیا، اچانک مجھے گولی لگی اور میں زمین پر گرا، سر میں بُری طرح چوٹ آگئی اور شدت سے خون بہنے لگا۔

اس دن بہت سے لوگ شہید ہوئے تھے، دیگر شہداء کے ساتھ مجھے بھی شہید سمجھ کر دارالشفاء منتقل کر دیا گیا، میں وہاں دو دن تک ہسپتال کے سرد خانہ میں پڑا رہا اور پھر دفنانے کی غرض سے قبرستان ''بہشت زہرا'' میں منتقل کر دیا گیا۔

مجھے دفن کرنے سے پہلے ایک ڈاکٹر چیک کرنے کے لئے آیا تا کہ مطمئن ہو جائے کہ دفن ہونے والے سب کے سب شہید ہو چکے ہیں، جب ڈاکٹر نے اپنی انگلی میری نبض

پر رکھی تو اسے میری نبض کے دوڑنے کا احساس ہوا، اس نے فوراً مجھے ہسپتال منتقل کرنے کا حکم دیا۔

میرا پورا بدن فلج ہو چکا تھا اور ایک حرف بھی بول نہیں کرسکتا تھا، بلکہ ایک حد تک مغزی موت کا شکار ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے بڑی مشکل سے کسی کو پہچان سکتا تھا۔

میرے گھر والوں نے مجھے ہر طرف ڈھونڈا جب انہیں یقین ہو گیا کہ میں بھی شہید ہو چکا ہوں تو ان لوگوں نے مجلس فاتحہ وغیرہ رکھا اور میرے مرنے کا یقین کرلیا۔

دوسری طرف اخباروں میں بھی میرے متعلق تصویر کے ساتھ چھپوا دیا کہ اگر کسی کو کوئی خبر ہو تو وہ انہیں مطلع کر دے۔

ان لوگوں نے جب چہلم کی مجلس رکھی تو اس وقت بھی اخباروں میں میری تصویر دے دی، اتفاق سے اس ہسپتال میں کام کرنے والوں میں سے کسی نے اس تصویر کو دیکھ کر میرے گھر والوں کو خبر دی، جب میرے گھر والوں کو معلوم ہوا تو وہ بھاگتے ہوئے ہسپتال پہنچے اور مجھے پہچان لیا لیکن میری حالت ہر روز خراب سے خراب ہوتی جارہی تھی، یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اسے گھر لے جاؤ تا کہ اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گھر پر گذارے۔

مجھے گھر لایا گیا، میری زندگی عذاب ہو چکی تھی، کھانا پینا، لیٹرین جانا سب کچھ سخت ہو گیا تھا، کبھی کبھی تکلیف بہت بڑھ جاتی تھی جسے میں بیان نہیں کرسکتا، ایک دن جب بہت تکلیف ہوئی تو میں نے خدا سے کہا: خدایا! یا مجھے مار ڈال یا پھر شفا دے دے۔

اسی رات خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے مولا علی علیہ السلام گھوڑے پر سوار اور چہرۂ انور پر نقاب ڈالے ہوئے مجھ سے فرما رہے ہیں: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: مجھے آپ سے کام نہیں ہے بلکہ مجھے خود حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے کام ہے، آپؑ نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے شفا مقدر کر دیا ہے جاؤ خمینی سے شفا حاصل کرو۔

صبح ہوئی لیکن میں بولنے سے عاجز تھا اور گھر والوں کو اپنا مطلب سمجھا نہیں سکتا تھا کہ خواب میں کیا دیکھا ہے لیکن میرے والد نے بھی وہی خواب دیکھا تھا لہذا ان لوگوں نے مجھے امام خمینیؒ کے پاس لے جانے کا پروگرام بنایا۔

گھر والے مجھے کرسی پر بٹھا کر امام خمینیؒ کی خدمت میں لے گئے اور ان سے پورا ماجرا کہہ سنایا، آپ نے قندان منگوایا اور اس میں سے ایک قند لے کر اس پر کچھ پڑھا اور مجھے دیا، میں نے جیسے ہی اس قند کو کھایا، سبکی کا احساس کیا، اس کے بعد جیسے ہی ان سے دور ہوا دیکھا بالکل اچھا ہو چکا ہوں، فوراً کرسی سے اٹھا اور اپنی شفایابی کی خبر دی،

اس کے بعد میں دوبارہ امام خمینیؒ کی خدمت میں پہنچا لیکن اس بار شفا کے لئے نہیں گیا تھا بلکہ عقد ازدواج باندھنے کے لئے گیا تھا۔[1]

۱۔ برنامہ، بہ خانہ برمی گردیم، ۱۶، ۱۱، ۸۳

آقا نہیں ہیں

حجۃ الاسلام جلالی خمینی بیان کرتے ہیں:

انقلاب کی کامیابی کے بعد جب امام خمینیؒ پیرس سے واپس لوٹے ہیں تو تقریر کی غرض سے بہشت زہرا تشریف لے گئے، وہاں لوگوں کا ایک عظیم سیلاب تھا جو ہر طرف سے امڈ کر آیا تھا، انہیں میں ایک شخص بھی تھا جو امام خمینیؒ کو دیکھنے کے لئے بڑا بیتاب تھا، بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر میں نے سوال کیا کہ ماجرا کیا ہے اور اتنی بیتابی کیسی ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، جس زمانے میں امام خمینیؒ کو زندان میں ڈالا گیا تھا اس وقت میں ایک فوجی تھا اور اس زندان میں کام کرتا تھا، وہیں میرا ایک دوست بھی تھا جو کہا کرتا تھا کہ میں نے اس سید سے بڑی عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ قید خانہ میں مشغول نماز ہیں اور اچانک نظروں سے اوجھل ہو گئے، دروازہ کھولا دیکھا نہیں، ہر طرف ڈھونڈا ان کا کوئی پتہ نہیں ہے لیکن دوبارہ جو دیکھا تو وہ اپنے قید خانہ میں مشغول نماز ہیں۔

میں نے اصل حقیقت سے باخبر ہونے کے لئے اپنے دوست سے کہا کہ اس کے بعد سے میں اس سید کے پاس ڈیوٹی دوں گا تم میری جگہ پر جاؤ، جب میں اس کی جگہ پر آیا تو

میں نے بھی وہی کچھ دیکھا جو اس نے دیکھا تھا، کبھی مشغول نماز ہیں، تھوڑی دیر بعد غائب ہو گئے ہیں، ان کا کوئی پتہ نہیں ہے اور پھر دوبارہ جو دیکھا تو اپنے قید خانہ میں مشغول نماز ہیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر میں امام خمینیؒ سے محبت کرنے لگا، مہربانی سے پیش آنے لگا اور میری عقیدت روز بہ روز بڑھتی گئی، جب میرے افسروں کو خبر ہوئی تو ان لوگوں نے مجھے بہت مارا اور میرے ہاتھوں سے ناخن کھینچ لیا۔[1]

ا۔ صحیفہ دل، ج ا، ص ۵۱

میرا وظیفہ کیا ہے؟

حجۃ الاسلام انصاری کرمانی بیان کرتے ہیں:

میرا ایک دوست امام خمینیؒ کا ملازم تھا اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ایک دن اس نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں امام خمینیؒ کے دفتر میں اکیلا رہ گیا، کوئی نہ تھا، میں صبح تک دفتر میں اکیلا رہا۔

سحر کا وقت ہوا امام خمینیؒ بیدار ہوئے اور نماز شب میں مشغول ہو گئے، میں ان کے گریہ کی آواز سن رہا تھا، تھوڑی دیر بعد میرے کانوں میں کوئی آواز آئی ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت امامؒ کسی سے گفتگو کر رہے ہیں لیکن وہ کون ہے مجھے معلوم نہیں تھا لہذا اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے امام خمینیؒ کے کمرے کے دروازے سے کان لگا دیا تا کہ کچھ معلوم ہو سکے۔

بس اتنا سنا کہ حضرت امامؒ فرما رہے ہیں ''اس وقت میرا وظیفہ کیا ہے اور مجھے کیا کرنا چاہئے''

یہ سنتے ہی میں اس کھڑکی کی طرف دوڑا جو صحن میں کھلتی تھی لیکن عجیب تو یہ تھا کہ میں نے وہاں پہنچے کے بعد لاکھ کوشش کی کہ کمرے کے اندر دیکھ سکوں لیکن کامیاب نہ ہو سکا، گویا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی میری گردن موڑے ہوئے ہے اور اندر دیکھنے نہیں

دے رہا ہے لہذا منصرف ہو کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

صبح ہوتے ہی امام خمینیؒ کی خدمت میں پہنچا اور رات کا پورا قصہ کہہ سنایا، امام خمینیؒ نے فرمایا: اگر تم کو یہاں رہنا ہے تو جستجو کا کوئی حق نہیں ہے، اس کے بعد میرے ایک دوسرے دوست نے بھی بیان کیا کہ میں نے بھی امام خمینیؒ کے کمرے سے اٹھتے ہوئے نور کو دیکھا ہے لیکن جب بھی میں نے اندر دیکھنے کوشش کی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میری گردن موڑ دے رہا ہے اور میرے پیر خشک ہو چکے ہیں۔[1]

۱۔ برداشتھایی از سیرہ امام، ج۳، ص۱۵۹

بخشش مانگنے کا نیا انداز

حاج شیخ محمد رازی لکھتے ہیں:

میں نے بہت سے بزرگوں اور علماء سے شیخ ابراہیم صاحب الزمانی کے متعلق سنا ہے کہ وہ زیارت کی غرض سے مشہد مقدس تشریف لائے اور ایک مدت تک وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ ساری پونجی تمام ہوگئی لہذا اپنا خرچ چلانے کے لئے مشہد کے حاکم یا وہاں کے کسی بزرگ کے لئے ایک پورا قصیدہ لکھا تاکہ اس کے ذریعہ کچھ ہدیہ حاصل کرسکیں اور اپنا خرچ نکال سکیں۔

شیخ ابراہیم صاحب الزمانی کہتے ہیں: جب میں قصیدہ لکھ کر چلا ہوں تو راستہ میں میرے ضمیر نے ٹہوکے دئے کہ امام رضا علیہ السلام کے ہوتے ہوئے دوسروں کے لئے قصیدہ لکھ رہا ہے، وہیں توبہ کی اور پورا قصیدہ امام رضا علیہ السلام کی شان میں ڈھالا اور حرم مطہر مشرف ہوا، زیارت پڑھی اور عرض کیا: مولا! میں نے آپ کے لئے قصیدہ کہا ہے اور اس کے عوض میں ہدیہ چاہتا ہوں۔

ضریح کے پاس آہستہ آہستہ قصیدہ کو پڑھا اور ہدیہ کو طلب کیا، بوسہ لینے کے لئے جیسے ضریح سے نزدیک ہوا تو دیکھا کہ ایک ہاتھ ضریح سے باہر آیا، مجھ سے مصافحہ کیا اور میرے ہاتھوں میں کچھ رکھ دیا۔

غور سے دیکھا تو وہ دس تومان کا ایک نوٹ تھا، فوراً عرض کیا مولا! یہ کم ہے، فوراً دوبارہ وہی دست مبارک ظاہر ہوا اور میرے ہاتھوں میں دس تومان کا نوٹ رکھ دیا، پھر میں نے کہا: مولا! ابھی بھی کم ہے، دوبارہ وہی دست مبارک ظاہر ہوا اور دس تومان کا نوٹ میرے ہاتھوں میں تھما دیا یہاں تک کہ ساٹھ تومان ہو گئے۔

اب اس کے بعد مجھے شرم آ گئی کہ دوبارہ مطالبہ کروں لہذا شکریہ ادا کیا اور کہا: میرے لئے اتنا ہی کافی ہے، یہ کہہ کر الٹے پاؤں حرم سے باہر آ گیا، جوتے پہن رہا تھا کہ صاحب کشف وکرامات شیخ حسن علی اصفہانی کو دیکھا جو جلدی جلدی میرے پاس چلے آ رہے ہیں، جب میرے پاس پہنچے تو کہا: شیخ ابراہیم! میرے مولا سے خوب رابطہ برقرار کر لیا، ان کے لئے قصیدہ پڑھا اور ہدیہ بھی لیا، لاؤ وہ ہدیہ مجھے دو۔

شیخ کی ہیبت نے گویائی چھین لی تھی، اطاعت کرتے ہوئے وہ ساٹھ تومان شیخ کے ہاتھوں پر رکھ دیا، انہوں نے بھی اپنی جیب سے ایک لفافہ نکالا اور میرے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے دوبارہ وہیں سے لوٹ گئے، جب میں نے لفافہ کھولا تو اس میں ایک سو بیس تومان تھے، یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور شیخ حسن علی اصفہانی کے کمالات کا عقیدت مند ہو گیا اس لئے کہ اس داستان سے میرے اور ان کے علاوہ کوئی باخبر نہیں تھا۔[۱]

۱۔ کرامات علماء، ص ۱۳۱

نماز کا اعجاز

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نالہ کناں بارگاہ پیغمبر میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے اکیلے میں ایک بہت ضروری بات کہنی ہے۔

یہ سن کر اصحاب چلے گئے اور جب رسول اللہ ﷺ تنہا رہ گئے تو اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا کی رحمت اس سے بھی بڑی ہے، لہذا ناامید نہ ہو، گناہ چاہے کتنا بھی بڑا ہو لیکن پشیمانی کے بعد اسے توبہ کے ذریعہ بخشوایا جا سکتا ہے، بتاؤ وہ گناہ کیا ہے؟

اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے میں نے زنا کیا، پھر حاملہ ہوئی اور جب وہ بچہ پیدا ہوا تو آبروریزی سے بچنے کے لئے میں نے اسے سرکے کے برتن میں ڈال دیا اور پھر اس سرکہ کو لوگوں کے درمیان بیچ دیا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی حالت غیر ہو گئی

فرمایا: کیا یہ چاہتی ہو کہ بتاؤں تم نے اتنا سب کچھ کیسے کر دیا؟

تفسیر فخر رازی، ج ۳۲، ص ۸۵

ہاں! اسلیئے تو نے اتنے گناہ کیئے ہیں کہ ابھی تک نماز عصر ترک کرتی آئی ہے وگرنہ نماز انسان کو گناہوں سے روکتی ہے " انی ظننت انک ترکت صلواۃ العصر "[۱]

عن الصادق علیہ السلام عن آبائہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "لایزال الشیطان ھائبا لابن آدم ذعرا ما صلی الصلوات الخمس لوقتھن فاذا ضیعھن اجترا علیہ فادخلہ فی العظام"

امام صادق علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شیطان اس وقت تک انسانوں سے ڈرا ہوا اور دور دور رہتا ہے کہ جب تک وہ نماز پنجگانہ کو ان کے اوقات میں بجالاتا ہے۔

لیکن جب وہ نماز کو ان کے اوقات میں نہیں پڑھتا تو شیطان میں جرات پیدا ہو جاتی ہے اور اسے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔[۱]

میدان صفین میں حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان گھمسان کی جنگ جاری ہے، ہر طرف تیر تلوار اور نیزے ٹکرا رہے ہیں، چیخ چلانے اور دادو فریاد کی آوازیں بلند ہیں،

جناب ابن عباس بیان کرتے ہیں: میں نے اس حال میں امیر المومنین علی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور سورج کی حرکت کو نظر میں لئے ہوئے ہیں۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۳، ص ۱۱

یہ دیکھ کر میں نے سوال کیا: مولا! کیا ہو گیا ہے؟ آپ بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں؟

فرمایا: ابن عباس! میں وقت زوال کو دیکھ رہا ہوں تا کہ نماز ظہر ادا کر سکوں۔

میں نے عرض کیا: کیا ایسے حالات میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ جب کہ ہر طرف سے دشمن حملے کر رہا ہے۔

فرمایا: ابن عباس! پھر ہم کیوں جنگ لڑ رہے ہیں؟

" انما نقاتلهم على الصلوة" ہم نماز کو قائم رکھنے کے لئے اس دشمن سے جنگ کر رہے ہیں۔

جناب ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین میں مولا نے بھیانک رات ''لیلۃ الہریر'' میں بھی نماز شب کو ترک نہیں کیا۔[۱]

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۳، ص ۲۳

نماز، مخزن اسرار

آیۃ اللہ جواد انصاری کے بیٹے کا بیان ہے:

میں نے آقا کو مکاشفہ کی صورت میں دیکھا کہ وہ باہر والے کمرے میں تشریف فرما ہیں، اس وقت فضا میں بین الطلوعین کی سی حالت تھی، میں خاموش اور بدون حرکت اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔

آقا تحت الحنک ڈالے کبھی کبھی میری طرف توجہ کرلیا کرتے تھے، میرے علاوہ اور بھی دیگر افراد تھے جو آقا سے اپنے سوالات کے جوابات لے رہے تھے کہ اچانک میں نے احساس کیا کہ میں اکیلا رہ گیا ہوں، اس وقت ہمارے درمیان اشاروں میں کچھ باتیں ہوئیں کہ منجملہ یہ تھی کہ کیا معارف میں سے ابھی بھی کوئی راز باقی ہے جسے کسی نے بیان نہ کیا؟

آپ نے فرمایا: ہاں! خدا نے عرفان کے تمام اسرار کو نماز میں سمیٹ دیا ہے۔[1]

۱۔ در کوی بی نشان ھا، ص ۱۱۳

موجودات کا سجدہ

جناب آقائے صفوی قمی مرحوم سید عبد اللہ فاطمی سے نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آقائے سید عبد اللہ فاطمی نے مجھ سے اس طرح اس ماجرے کو بیان کیا ہے کہ:

ایک روز میں مسجد پیغمبر سے آیۃ اللہ جواد انصاریؒ کے ہمراہ باہر آیا، اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں دو سال سے آقا کی خدمت میں ہوں لیکن ابھی تک ان سے کوئی کرامت نہیں دیکھ سکا۔

جیسے ہی میرے ذہن سے یہ خیال گذرا آیۃ اللہ جواد انصاریؒ نے میری طرف نظر کی اور فرمایا: اچھا! تو پھر دیکھو:

میری نظروں کے سامنے سے پردے ہٹ گئے، دیکھا تمام موجودات، جمادات و نباتات سب کے سب حضرت حق کا سجدہ کر رہے ہیں، یہ حالت دیکھ کر میں بہت خوش ہوا اسی عالم میں تھوڑی دیر گذری اسکے بعد آقا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا اتنا ہی کافی ہے؟

میں نے کہا: ہاں!

یہ کہتے ہی میری حالت بدل گئی اور پھر میری نظروں کے سامنے پردے پڑ گئے۔[۱]

۱۔ در کوی بی نشان ھا، ص ۱۱۲

تزکیہ نفس یا ریاضت نفس

حاج احمد (آیۃ اللہ جواد انصاری کے بیٹے) بیان کرتے ہیں کہ ۱۳۴۲ھ ش میں ایک شخص بنام سید علی سے آشنا ہوا، وہ شہرت سے بچنے کے لئے درویشوں کی زندگی گذار رہے تھے، وہ اگرچہ سبزواری تھے لیکن ہندوستان میں پلے بڑھے تھے، ہمدان میں ہماری ملاقات اس طرح ہوا کرتی تھی کہ جب بھی مجھے ضرورت ہوا کرتی تھی تو میرے دل میں الہام ہو جایا کرتا تھا کہ اس وقت سید علی کہاں ہو سکتے ہیں اور جب بھی انہیں مجھ سے کام ہوا کرتا تھا تو میرے دل میں الہام ہو جایا کرتا تھا کہ انہیں مجھ سے کوئی کام ہے اور فلاں جگہ وہ میرے منتظر ہیں۔

ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: اگر آپ کے والد ماجد اجازت دیں تو میں آپ کو طی الارض کے ذریعہ مکہ و مدینہ کی زیارت کے لئے لے جاؤں۔

حاج احمد بیان کرتے ہیں: میں ایک طرف مکہ اور مدینہ کی زیارات کا مشتاق تھا اور دوسری طرف نزدیک سے طی الارض کو بھی دیکھنا چاہتا تھا لہذا آقا کی خدمت میں پہنچا اور سید علی کی بات بیان کی۔

انہوں نے شدت سے منع کیا اور فرمایا: یہ کام صحیح نہیں ہے اگر شریعت کے مطابق عمل کرو تو بہتر اجر ملے گا۔

ایک مرتبہ آقا نے مجھ سے کہا: جاؤ سید علی کو میرے پاس لاؤ، میں حکم کی اطاعت کے لئے سید علی کے پاس گیا اور آقا کے پاس چلنے کو کہا تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں جاؤں گا، میں نے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانے اور کہا: آپ کے والد ماجد بہت قوی ہیں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ طی الارض وغیرہ کے سلسلہ میں یہی کہیں گے کہ یہ سب چیزیں بچگانہ ہیں اور مجھ سے یہ سب چیزیں لے لیں گے جب کہ میرا دل انہیں چیزوں سے وابستہ ہے اور اسی میں خوش ہوں۔

جب آقا کے بلانے پر سید علی نہ آئے تو آقا نے فرمایا: درویش لوگ ریاضت کے ذریعہ اپنے نفس کو قوی بناتے ہیں جب کہ یہ روش غلط ہے بلکہ نفس کا تزکیہ کرنا چاہئے ﴿قد افلح من زکیھا﴾ شمس/۹؛ جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔[۱]

۱۔ درکوی بی نشان ھا، ص ۶۱

مستجاب الدعوۃ

آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا کا زمانہ ہے، نجف، اور اسکے اطراف میں قحطی سے لوگوں کی بری حالت ہے، لوگ بارش ہونے کے لئے دعائیں کئے جارہے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے یہاں تک کہ اکٹھا ہوکر آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا کے پاس حاضر ہوئے تا کہ وہ دعا کریں اور بارش ہو۔

آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا مولا علی علیہ السلام کے حرم میں وارد ہوتے ہیں، ضریح کے پاس گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے اور عرض کی مولا! لوگوں نے بارش کے لئے بہت دعائیں کی ہیں، بہت گریہ وزاری کیا ہے لیکن بارش نہیں ہوئی اب آپ ہی دعا کریں۔

ضریح کے پاس دعا کرتے کرتے آیۃ اللہ شیخ کاشف الغطا کی آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھتے ہیں کہ محضر مولا میں ہیں، مولا فرمارہے ہیں: اے شیخ! جاؤ کوفہ کے راستے میں ایک شخص ہے جو قہوہ بیچتا ہے اس سے کہو کہ طلب باران کے لئے لوگوں کے ساتھ دعا کرے تا کہ بارش ہو۔

آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا وہاں سے نکلے نجف اور کوفہ کے درمیان اس قہوہ بیچنے والے کو تلاش کرنا شروع کیا لہذا انہیں راستے میں ایک قہوہ خانہ نظر آیا تو اس میں داخل ہوئے اور رات ہونے تک وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ رات کی تاریکی ہر طرف چھا گئی

اور دکان کے بند ہونے کا وقت ہو گیا تو آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا اس قہوہ بیچنے والے سے کہتے ہیں کہ میں آج کی رات آپ کے مہمان رہنا چاہتا ہوں اور اس نے قبول کر لیا

آیۃ اللہ شیخ جعفر پوری رات جاگ کر کاٹ دی تا کہ یہ معلوم کر سکیں کہ وہ قہوہ بیچنے والا کون سا ایسا عمل انجام دے رہا ہے جس کی وجہ سے اسے یہ مقام ملا ہے لیکن انہیں سوائے عادی عبادتوں کے کچھ اور دکھائی نہیں دیا، انہیں بہت تعجب ہوا آخر کار مجبور ہو کر سارا ماجرا سنایا اور اس عنایت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی۔

جب اسے اصل حقیقت کا علم ہوا تو اس نے اپنی داستان اس طرح سے بیان کی:

میں پہلے ایک قہوہ بیچنے والے کے یہاں کام کیا کرتا تھا، میری ایک ماں تھی جس کی بڑی آرزو تھی کہ میری شادی ہو جائے لہذا میں نے کچھ پیسے اکٹھا کئے اور ماں کو دئے، ماں نے بھی ایک لڑکی دیکھی اور اس سے میری شادی کر دی۔

شب زفاف جب میں اس لڑکی کے پاس گیا تو اس لڑکی کو دیکھا کہ بہت ڈری ہوئی ہے، اس سے سبب معلوم کیا تو اس نے جواب دیا:

میں اصل حقیقت کو بیان کرنے کو تیار ہوں اس کے بعد آپ کو اختیار ہے، چاہے مجھے زندہ رکھیں اور چاہے مار ڈالیں، میں نے بکارت کا سرمایہ کھو دیا ہے اور اس وقت حاملہ ہوں اور اس راز کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اگر میرے گھر والوں کو معلوم ہو گیا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔

میں نے اسے بخش دیا اور خدا سے کہا: خدایا! میں اس لڑکی کی آبرو کی خاطر اپنی زبان

بند کرتا ہوں اوراس کے عیب کو چھپاتا ہوں تو بھی میرے تمام عیوب پر پردہ ڈال دے اور آج شادی کو کئی سال ہو گئے ہیں لیکن یہ راز مخفی رہا ہے اور آئندہ بھی مخفی رہے گا اور ابھی تک میں اسی لڑکی کے ساتھ زندگی گذار رہا ہوں اور کوئی بھی اس راز سے باخبر نہیں ہے۔

ماجرا سننے کے بعد آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطا فرماتے ہیں: خدا کی قسم! تو نے بہت بڑا کام کیا ہے اسی وجہ سے تو مستجاب الدعوۃ بن چکا ہے لہذا مولا علی علیہ السلام کی فرمائش کے مطابق بارش کے لئے دعا کرو۔

اس شخص نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا کی: خدایا مولا علی علیہ السلام نے دعا کرنے کے لئے کہا ہے اور میں تیری بارگاہ میں دست دعا بلند کئے ہوں، خدایا! اپنی بارش رحمت نازل فرما۔

ابھی اس شخص کے ہاتھ دعا کے لئے بلند ہی تھے کہ آسمان میں بارش کے آثار نمایاں ہو گئے اور زوردار بارش ہوئی۔[۱]

۱۔ کرامات العلویہ، ص ۱۱۲

ذکر سریع الاجابۃ

مرحوم آیۃ اللہ شیخ محمد تقی اصفہانی معروف بہ آقا نجفی اصفہانی اپنے حالات لکھتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

میں نے نجف میں اقامت کے دوران بہت ریاضتیں انجام دی تھیں اور میرے لئے بہت سے اسرار و رموزات کشف ہوئے تھے انہیں اسرار میں سے ایک راز یہ بھی تھا کہ ایک رات میں صبح تک مسجد سہلہ میں بیٹھا عبادت کرتا رہا، سحر کے وقت میری ملاقات صاحب اسرار، رجال الغیب میں سے ایک شخص سے ہوئی، میں نے اس سے بہت سے سوالات کئے اور اس نے ہر ایک کا جواب امام عصر ارواحنا فداہ کی طرف سے مکمل دیا اور میں نے بھی ان تمام سوالات کے جوابات کو نوٹ کر لیا۔

انہیں سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ مجھے کسی ایسے ذکر کی تعلیم دیں جس کے ذریعہ میں اپنی مشکلوں کو حل کر سکوں اور اپنی حاجت کو پورا کر سکوں۔

اس صاحب اسرار نے فرمایا: خدا کے نزدیک محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنے سے بہتر کوئی اور ذکر نہیں ہے اسلئے کہ یہ ذکر بہت جلد بندے کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے لہذا زیادہ سے زیادہ صلوات بھیجا کرو۔[۱]

۱۔ فوائد صلوات، ص ۴۹

شہد کی شیرینی کا راز

ایک روز پیغمبر اسلام ﷺ امیر المومنین علی علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ کے ایک نخلستان میں تشریف فرما تھے کہ ایک شہد کی مکھی حاضر ہوئی اور آپ کے مقدس وجود کا طواف کرنے لگی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یا علی! کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ شہد کی مکھی کیا کہہ رہی ہے؟

امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ

فرمایا: یہ شہد کی مکھی ہمیں اپنا مہمان بنانا چاہتی ہے اور کہہ رہی ہے کہ فلاں مقام پر تھوڑا سا شہد جمع کر رکھا ہے امیر المومنین سے کہیں کہ وہ جا کر اسے لے آئیں، امیر المومنین علی علیہ السلام گئے اور وہ شہد لے کر حاضر ہوئے۔

آنحضرتؐ نے اس شہد کی مکھی کو مخاطب کر کے فرمایا: اے شہد کی مکھی! اس راز سے ہمیں باخبر کرو کہ تم پھولوں کے تلخ اور ناگوار رس چوستی ہو وہ کیسے میٹھے ہو جاتے ہیں اور شہد بن جاتے ہیں؟

اس شہد کی مکھی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ شیرینی آپ اور آپ کی اولاد کے ذکر کی برکت سے ہے اسلئے کہ ہم جب بھی رس چوستے ہیں تو ہم پر الہام ہوتا ہے کہ ہم تین مرتبہ آپ اور آپ کی اولاد پر صلوات بھیجیں اور جیسے ہی ہم صلوات (اللھم صل علی محمد و آل محمد) بھیجتے ہیں یہ رس شیریں ہو جاتے ہیں۔[۱]

۱۔ صلوات بر محمد و آل محمد ص ۲۱

گرانبہا خزانہ

امیر المومنین علی السلام کوفہ کی ایک گلی سے گذر رہے ہیں، دیکھا کہ ایک جوان افسانہ پڑھ رہا ہے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: اے جوان! کیا تجھے معلوم ہے کہ تو اپنے وجود کی کتاب کو کن چیزوں سے بھر رہا ہے؟ کس لئے ایسے افسانوں کے ذریعہ اپنے وجود کی کتاب کو پر کر رہا ہے؟

ہاں! دل خدا کا مسکن ہے اور اس کی خلوتگاہ ہے، اس میں اسی کی باتیں ہونی چاہئیں، ہم کیوں غیروں کی باتوں کو نوٹ کریں، کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم ایسے افسانوں اور فلموں کے بدلے علوم و معارف اور حقائق عالم کے ذریعہ اپنے وجود کی کتاب کو لکھیں۔

شیخ الرئیس ابو علی سینا اپنے رسالہ ''عہد'' میں لکھتے ہیں: میں نے اپنے خدا سے عہد کیا ہے کہ کبھی بھی باطل اور ایسی منحرف داستانوں کا مطالعہ نہیں کروں گا جو انسان کو خود فراموش اور اسے کمالات سے روک دیتے ہیں۔[1]

۱۔ راز و نیاز، ص ۲۶

شیطان کی خلقت کا راز

شیطان اس کائنات کا تربیت یافتہ کتا ہے جسے اصطلاح میں ''کَلْبِ مُعَلَّم'' کہا جاتا ہے، یہ ہر ایک کو نہیں کاٹتا اور ہر ایک کے سامنے نہیں بھونکتا، بلکہ اگر غور کیا جائے تو ایک طرح سے نعمت بھی ہے، اس مطلب کو وہ لوگ بہتر سمجھ سکتے ہیں جن کے پاس تربیت یافتہ کتا ہو جو نجس العین ہوتے ہوئے بھی اپنے مالک کا محافظ ہوتا ہے۔

شیطان صرف عام لوگوں کے سامنے بھونکتا ہے اور انہیں ڈراتا ہے، انبیاء علیہم السلام لوگوں کو اس سے ڈرنے کے لئے منع کرتے ہیں کہ اگر بندہ خدا کے احکام پر عمل کرتا رہے اور جس راستے کو اس نے دکھایا ہے اس پر چلتا رہے تو شیطان اس کی استقامت دیکھ کر بھونکنا چھوڑ دیتا ہے۔

امام علی علیہ السلام شیطان کی توصیف کرتے ہوئے اسے ڈرپوک معرفی کرواتے ہیں کہ اس کے دونوں پیر برابر نہیں ہیں یعنی اس کا ایک پیر آگے اور ایک پیر پیچھے ہوتا ہے جو ہر دم بھاگنے کے لئے آمادہ رہتا ہے، اسی حالت میں وہ بھونکتا رہتا ہے اور جیسے ہی بندہ '' اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' کہتا ہے وہ فوراً بھاگ جاتا ہے۔[۱]

شیطان جہاں انسانوں کو گمراہ کرتا ہے وہیں اس کے کمال کا باعث ہے کہ اگر وہ نہ

۱۔ عرفان وحماسہ، ص ۱۳۳!

ہوتا تو انسانوں کے لئے کمالات کا حاصل کرنا دشوار ہو جاتا، اسی وجہ سے بعض اولیاء شیطان کے وجود کو اپنے حق میں نعمت سمجھتے تھے اور اسے اپنے کمالات کا مرہون منت سمجھتے تھے، اس لئے کہ اس سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ طلب کیا کرتے تھے، اپنے عیوب دور کیا کرتے تھے، ان جگہوں پر جانے سے پرہیز کرتے تھے جہاں شیطان زیادہ سے زیادہ انسانوں کو بہکاتا ہے، ان باتوں سے پرہیز کرتے تھے کہ جس کے ذریعہ شیطان فتنہ کی آگ لگاتا ہے۔

شیطان انسان کو خدا سے دور کرنا چاہتا ہے اور اس کے بندے اپنے پروردگار کی مانتے ہوئے شیطان سے دوری کرتے ہیں اور اپنے پروردگار سے نزدیک ہو جاتے ہیں۔

تیر تقدیر

حضرت داؤد علیہ السلام کو جب صحیفہ ملا تو وہ جب بھی اس کی آیتوں کی تلاوت فرماتے تو دعا کرتے کہ خدایا! گنہگاروں کو معاف نہ کرنا

یہاں تک کہ ایک روز تیر تقدیر نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نشانہ پر لے لیا، پشیمان ہوئے اور کہا: خدایا! مجھے بخش دے اور میرے گناہوں سے درگذر فرما۔

ندا آئی داؤد! کیا تم ہی وہ نہ تھے جو گنہگاروں کے حق میں دعا کیا کرتے تھے کہ میں انہیں نہ بخشوں؟

جناب داؤد نے عرض کیا: خدایا! میں نے نادانستہ دعا کی مجھے کیا معلوم تھا ایک دن میرا مقدر کھینچ کر یہاں تک لائے گا تو اپنے بندوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے اور ان کے حق میں کریم و مہربان ہے، مجھے بخش دے۔[1]

۱۔ داستان عرفانی، ص ۱۷

نقد تقدیر

جہان عرفان کی دو ہستیاں جنید اور شبلی کا شمار عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے، ان کے دور میں ایک بڑھیا تھی کہ جس کا ایک بیٹا تھا جسے وہ لوگ ناخلف سمجھتے تھے لیکن انہیں ضرّاب خانہ میں لکھی گئی تقدیر سے واقفیت نہیں تھی۔

اس کی بوڑھی ماں ہر روز بارگاہ پروردگار میں اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کیا کرتی تھی کہ خدایا! میرے جگر گوشہ کو گناہوں کے دلدل سے باہر نکال اور بیداری کے شربت سے سیراب کرا اور اسے ایسے جام سے سیراب کر کہ جس کے بعد میں آسودہ ہو جاؤں اور مجھے سکون مل جائے۔

ایک روز دعا کے دوران ہاتف نے آواز دی: اے خدا کی بندی! ہم نے تیرے بیٹے کو نجات دی، اس کے دل کا شکار اور اسے درد میں مبتلا کر دیا ہے، اسی اثنا اس کا جوان بیٹا دوڑتا ہوا گھر میں وارد ہوا اور فریاد کرنے لگا: میرا خدا کہاں ہے؟ میرا خدا کہاں ہے؟ اے دلربا اے میرے دل کا سکون تو کہاں ہے؟ ماں! میرا خدا کہاں ہے؟ میرا دلکشا اور میرا رہنما کہاں ہے؟ میری خستگی کا مرہم کہاں ہے؟

اس کی حالت روز بہ روز خراب ہوتی گئی اور اس کا درد بڑھتا گیا، اسکی حالت زار دیکھ کر بڑھیا اسے شہر کے بزرگوں کے پاس لے گئی اور علاج مانگا لیکن اس کی حالت دیکھ کر جب ہر ایک حیران رہ گئے تو کہنے لگے: ہم اس درد کا علاج نہیں کر سکتے بلکہ اسے

جنید اور شبلی کے پاس لے جاؤ۔

بڑھیا اپنے جوان بیٹے کو لے کر جنید اور شبلی کے پاس پہنچی جیسے ہی ان لوگوں نے اس جوان کو دیکھا حیران ہوئے اسلئے کہ اس کی صورت میں ربوبیت کے جلوے دکھائی دے رہے تھے، اس بڑھیا سے کہا: اسے مکہ لے جاؤ۔ وہاں دو نامدار عارف ہیں جو اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

بڑھیا اپنے جواب بیٹے کو لے کر مکہ پہنچی اور جب ان دو عارفوں کے پاس پہنچی تو ان لوگوں نے اس کے بیٹے کو دیکھ کر کہا: یہ ایک عجیب جوان ہے کہ اس کی زلفوں سے دولت فقر کی نسیم مہک رہی ہے، اسے لبنان کے فلاں پہاڑ کے پاس لے جاؤ کا اس کا علاج وہاں ہے، یہ سن کر بوڑھی ماں نے کہا: بیٹا اٹھو، معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا درد ہے اور کوئی نہفتہ راز ہے، ہزار زحمتوں کے بعد اسے لے کر لبنان پہنچی، انہیں ڈھونڈتے ہوئے جب ایک نہر کے پاس پہنچی تو وہاں چھ لوگوں کو دیکھا، جو فوراً استقبال کے لئے آئے اور کہا: دیر آئے ہو یہ تمہارے درد کی دوا تھا، یہ اس جہان کا غوث تھا جس نے مرنے سے پہلے وصیت کر دی تھی کہ میری موت کے فوراً بعد میرا جانشین آئے گا، اس سے کہنا کہ وہ مجھے غسل و کفن دے اور میری مسند سنبھالے۔

غوث کو غسل، و کفن دینے کے بعد خود غسل کیا، لباس مخصوص پہنا اور مسند پہ بیٹھتے ہی شریعت و طریقت کے اسرار نمایاں ہو گئے، یہ دیکھتے ہی اس کی بوڑھی ماں پرسکون اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔[۱]

۱۔ کشف الاسرار، ج ۱، ص ۲۶۲

نفس کے حیلے

حال نفس کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مشہور عارف بیان کرتے ہیں:

میں جب اپنے نفس کی شرارتوں سے تنگ آگیا تو اسے من مانی کرنے سے روک دیا لہذا وہ ایک دن مجھ سے کہنے لگا: مجھ سے جنگ کرنا دین کی شرط، اسلام کا ستون اور اطاعت کی علامت ہے۔

اس کی باتیں سن کر مجھے نہایت تعجب ہوا کہ وہ مجھ سے آمادہ پیکار ہے اور میری اطاعت پر راضی نہیں ہے، اب وہ جنگ کی بات کر رہا ہے، ضرور اس میں بھی اس کی کوئی چال ہے لہذا مرتب روزے رکھنے کا حکم دیا، یہ دیکھ کر اس نے سفر کی اجازت مانگی تو میں نے فوراً نذر کر لی کہ سارے روزے سفر میں رکھے جائیں تو اس نے ان باتوں کو صرف اسلئے قبول کر لیا کہ اس طرح راتوں میں عبادت کی طاقت باقی نہیں بچے گی لیکن میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ پورے سفر میں شام سے سحر تک جاگنا ہوگا، اس نے کہا کہ مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے میں بیدار رہوں گا۔

جب میری خواہشوں کو قبول کرتا گیا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کہیں اس کی اطاعت سفر میں خلوت کی وحشت اور لوگوں سے دوری کی وجہ سے تو نہیں ہے جو اسے مجبور کر رہی ہے اور اس طرح وہ لوگوں سے معاشرت کے ذریعہ بہلنا چاہ رہا ہے۔

یہ سب سوچ کر پھر میں نے فیصلہ کیا کہ پورے سفر میں سنسان جگہوں پر ڈیرہ ڈالوں گا اس نے یہ بات بھی قبول کر لی، میرا تعجب بڑھا اسلئے کہ وہ میری ہر بات مانے جا رہا تھا جب کہ وہ میرا کھلا ہوا دشمن ہے، اس کے مقابلے میں ناتوانی کا احساس کیا اور اس کے مکرو فریب سے خائف ہو کر بارگاہ پروردگار میں گریہ وزاری کی کہ خدایا! تو ہی میری مدد کر اور مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ۔

ایک دن مجھے ریا میں مبتلا کرنے کے لئے ایک دن کہنے لگا: تو اگر مجھے روزانہ ہزار بار قتل کرے تو مخلوقات کبھی بھی تجھے شہید کہنے والی نہیں ہے ہاں! اگر کفار سے جنگ میں شہید ہو گیا تو ضرور تجھے شہید کہیں گے۔

یہ سن کر پتا چلا کہ نفس کتنا سخت دشمن ہے جسے نہ دنیا کی پرواہ ہے اور نہ ہی آخرت کی، کسی نہ کسی طرح مجھے ہلاک کرنا چا رہا ہے لیکن خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ اس نے میری دعا سن لی اور مجھے اس کے مکروفریب سے آگاہ کر دیا۔ [۱]

۱۔ کشف الاسرار، ج۱، ۳۸۰

دوستی کی مشکلات

جب جناب یوسف علیہ السلام کو زندان میں قید کر دیا گیا تو ایک دن قیدیوں میں سے کسی ایک نے جناب یوسف علیہ السلام سے کہا: میں آپ کو بہت چاہتا ہوں۔

یہ سن کر جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا: تجھے میری دوستی سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ اسلئے کہ آج مجھے اسی دوستی کی بنا پر یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں، تو مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو اپنی دوستی کے ذریعہ مجھے بھی مشکلات دوچار کرے گا اور خود کو بھی سختی میں ڈالے گا۔

اسلئے کہ میرے بابا مجھے بہت چاہتے تھے، ان کی چاہت نے مجھے کنویں میں ڈالا اور انہیں نابینا بنا دیا، اس کے بعد زلیخا نے دوستی کا دعویٰ کیا تو وہ خود بھی رسوا ہوئی اور مجھے زندان میں ڈالدیا۔

جس طرح سے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کعبہ سے دل لگایا تو خدا نے انہیں کعبہ سے دور کر دیا، جبرئیل سے مانوس ہوئے تو چالیس دن تک وحی نہ بھیجی [۱] (اپنی بیٹی حضرت زہراء علیہا السلام اور مولا علی سے محبت کی تو وہ عظیم مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے اور امام حسنؑ کے دہن کا بوسہ لیا تو آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا گیا اور امام حسینؑ کے گلے کا بوسہ لیا تو آپؑ کو کند خنجر سے شہید کر دیا گیا)۔[۱]

۱۔ کشف الاسرار، ج۱، ص ۴۸۳

کشتہ جلال

”من طلبنی وجدنی ومن وجدنی عرفنی و من عرفنی احبنی ومن احبنی عشقنی و من عشقنی عشقته ومن عشقته قتلته ومن قتلته فعلی دیته“

جو مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے اور جو مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے وہ مجھ سے عشق کرنے لگتا ہے اور جو مجھ سے عشق کرنے لگتا ہے میں اس سے عشق کرنے لگتا ہوں اور جس سے میں عشق کرنے لگتا ہوں اسے قتل کردیتا ہوں اور جسے میں قتل کردیتا ہوں اس کا دیہ میں خود ادا کرتا ہوں۔[۱]

مشہور عارف شبلی کا گذر ایک صحرا سے ہوا تو دیکھا کہ وہاں کچھ لوگ زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور پتھروں کو اپنا تکیہ بنائے ہوئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر شبلی کا دل بہت دکھا، بارگاہ الٰھی میں ہاتھ اٹھادئے اور کہا: خدایا! تو ان سے کیا چاہتا ہے کہ جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں عشق کی آگ لگادی ہے اور پھر انہیں تیغ غیرت سے قتل بھی کرنا چاہتا ہے؟

جواب ملا: شبلی! میں انہیں قتل کروں گا اور میں خود ہی ان کا دیہ دوں گا

شبلی نے سوال کیا: ان کا دیہ کیا ہوگا؟ جواب آیا: ان کا دیہ ہمارے جمال کا دیدار ہوگا۔[۲]

۱۔ کشف الاسرار، ج۱، ص۸۷

۲۔ تادیدار سیمرغ، ص۲۷۸، اربعین امام خمینیؒ

مقام ولی

اس ضمن میں ایک عظیم عارف باللہ بیان کرتے ہیں:

جب بھی خداوند کسی کا انتخاب کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے بندوں کے درمیان ولایت کا مقام دینا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسے خودفراموشی عطا کرتا ہے اور اپنے ذکر میں مشغول کر لیتا ہے تا کہ وہ اپنے کاموں کو چھوڑ کر حق کے کاموں میں مشغول ہو جائے اور اپنی یاد بھول کر خدا کی یاد میں غرق ہو جائے اور خود سے محبت چھوڑ کر خدا سے محبت کرنے لگے۔

پس جب وہ حق کے ذکر و فکر میں رہتا ہے اور اپنے دل میں اس کی یاد کو بسا لیتا ہے تو اسے اپنے سے نزدیک کرتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ معصیت سے نفرت کرنے لگتا ہے اور عبادت و اطاعت میں نشاط کا احساس کرتا ہے، اسے بساط انس پر بٹھا کر ہر قید و بند سے آزاد کر کے اپنے ذکر سے خوشحال اور اپنے عشق میں بیقرار کر دیتا ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ برطرف کر دیتا ہے اور اس طرح اسے خود سے بیگانہ اور حق کے ساتھ یگانہ بنا دیتا ہے۔[1]

۱۔ کشف الاسرار، ج۱، ۲۵۳

خدا کا گلہ

خداوند حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: مجھے میری عزت وجلال، بزرگواری اور مقام سلطنت کی قسم! میں ہر اس آرزو کو نا امیدی میں بدل دوں گا جو میرے غیر سے کی جائے، اسے لوگوں کے درمیان ذلت وخواری کا لباس پہناؤں گا اور اپنے مقام قرب سے دور کر دوں گا اور اسے اپنے وصال سے محروم کر دوں گا۔

کیا وہ سختیوں میں میرے علاوہ کسی دوسرے سے امیدیں باندھیں بیٹھا ہے جب کہ مشکلات کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہے۔

کیا وہ میرے غیر سے امید رکھتا ہے؟ اور کسی دوسرے سے اپنی مشکلات حل کرنے کی سوچ رہا ہے، حالانکہ بند دروازوں کی چابیاں سب میرے پاس ہیں، یہ میرا گھر ہے کہ جو بھی آواز دے گا اس کے لئے کھولوں گا۔

کیا کبھی ایسا ہوا کہ کسی نے اپنی مصیبت میں مجھے پکارا ہو اور میں نے اسے اس کے مقصد تک نہ پہنچایا ہو؟ کیا کوئی ہے جس نے عظیم مصیبتوں میں مجھ سے امید لگا رکھی ہو اور میں نے اس کی امید پر پانی پھیر دیا ہو؟

میں نے اپنے بندوں کی آرزؤں کو اپنے خزانہ غیب میں محفوظ کر رکھا ہے لیکن وہ میری حفاظت پر راضی نہیں ہوئے اور میں نے آسمانوں کو اس کے فرشتوں کے ساتھ جو دائم

میری عبادت میں مشغول ہیں، حکم دیا ہے کہ اجابت کے دروازے کو میرے اور میرے بندوں کے درمیان کھولیں رکھیں لیکن میرے بندوں کو میری بات پر یقین نہ آیا، کیا جسے ہم کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں وہ کیا یہ نہیں جانتا کہ اسے میرے علاوہ کوئی اور اس وقت تک برطرف نہیں کر سکتا کہ جب تک میری اجازت نہ ہو، پس کیوں وہ مصیبت زدہ مجھے بھول جاتا ہے؟

یہ میں تھا جس نے اسے ان چیزوں سے نوازا کہ جس کے متعلق اس نے مجھ سوال بھی نہ کیا تھا لیکن جب میں نے اس سے واپس لے لیا تو اسے دوبارہ لینے کے لئے میرے پاس نہیں آیا بلکہ میرے غیر کے دروازے پر پہنچ گیا، کیا اس نے یہ سوچ رکھا ہے کہ میں جب بغیر مانگے عطا کروں گا تو مانگنے پر اسے محروم کر دوں گا؟

مگر میں بخیل ہوں کہ جس سے وہ مجھے نسبت دے رہا ہے؟ کیا عطا و بخشش مجھ سے مخصوص نہیں ہے؟ کیا معاف کرنا اور درگذر کرنا میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا میں وہی نہیں ہوں کہ جس سے آرزئیں کی جاتی ہیں؟ میرے علاوہ کون آرزوؤں کو پورا کر سکتا ہے؟ وہ لوگ کہ جو میرے غیر سے امید لگاتے ہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ڈرتے؟

اگر تمام آسمان و زمین میں رہنے والے ایک ساتھ میری بارگاہ میں اپنے ہاتھوں کو بلند کر دیں تو میں ان سب کی آرزوؤں کو پورا کر سکتا ہوں اور اس کے بعد بھی میری سلطنت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہو سکتا اور کیسے کم ہو سکتا ہے کہ میں نے اسے بنایا ہے، میں قیوم ہوں۔

ان پر صد افسوس کہ جو میری رحمت سے ناامید ہو چکے ہیں اور وہ کتنا ہی بدبخت ہے جو میرے حضور سے غافل ہو کر میری معصیت کئے جا رہا ہے۔[۱]

۱۔ پرواز در ملکوت، ص ۲۰۳

بچوں سے عبرت لینا

آیۃ اللہ مصباح یزدی بیان فرماتے ہیں:

آیۃ اللہ العظمیٰ بہجت دامت برکاتہ نے ایک دن ضمن صحبت فرمایا: ایک دن میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا باہر سے بچوں سے شور وغل کی آواز آرہی تھی، بچے کھیل میں مشغول تھے کہ ایک فقیر آیا اور اس نے ہمسایہ کے بچے سے کہا کہ جاؤ گھر میں سے میرے لئے کچھ لاؤ۔

اس بچہ نے جواب میں کہا: جاؤ تم بھی اپنی ماں سے مانگ لو۔

اس فقیر نے جواب دیا: میری ماں نہیں ہے کہ ان سے جا کرلوں، جاؤ اپنی ماں سے میرے لئے کچھ لے آؤ۔

آیۃ اللہ العظمیٰ بہجت دامت برکاتہ فرماتے ہیں: جب میں نے اس بچہ کا جواب سنا تو یہ نکتہ سمجھ میں آیا کہ وہ بچہ اپنی ماں کے متعلق اتنا مطمئن ہے کہ اگر اس سے جا کر کچھ مانگے تو وہ ضرور دے گی لیکن ہم اس بچہ سے بھی کم ہیں اسلئے کہ جس حد تک وہ بچہ اپنی سے مطمئن ہے ہم اس حد تک خدا سے مطمئن نہیں ہیں کہ اگر اس سے کچھ مانگیں تو وہ ضرور دے گا، اگر ہم اسی بچہ کی حد تک خدا سے مطمئن ہو جائیں تو ہماری ساری مشکلات حل ہیں اور ہمیں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔[1]

۱۔ در محضر بزرگان، ص ۱۰۰

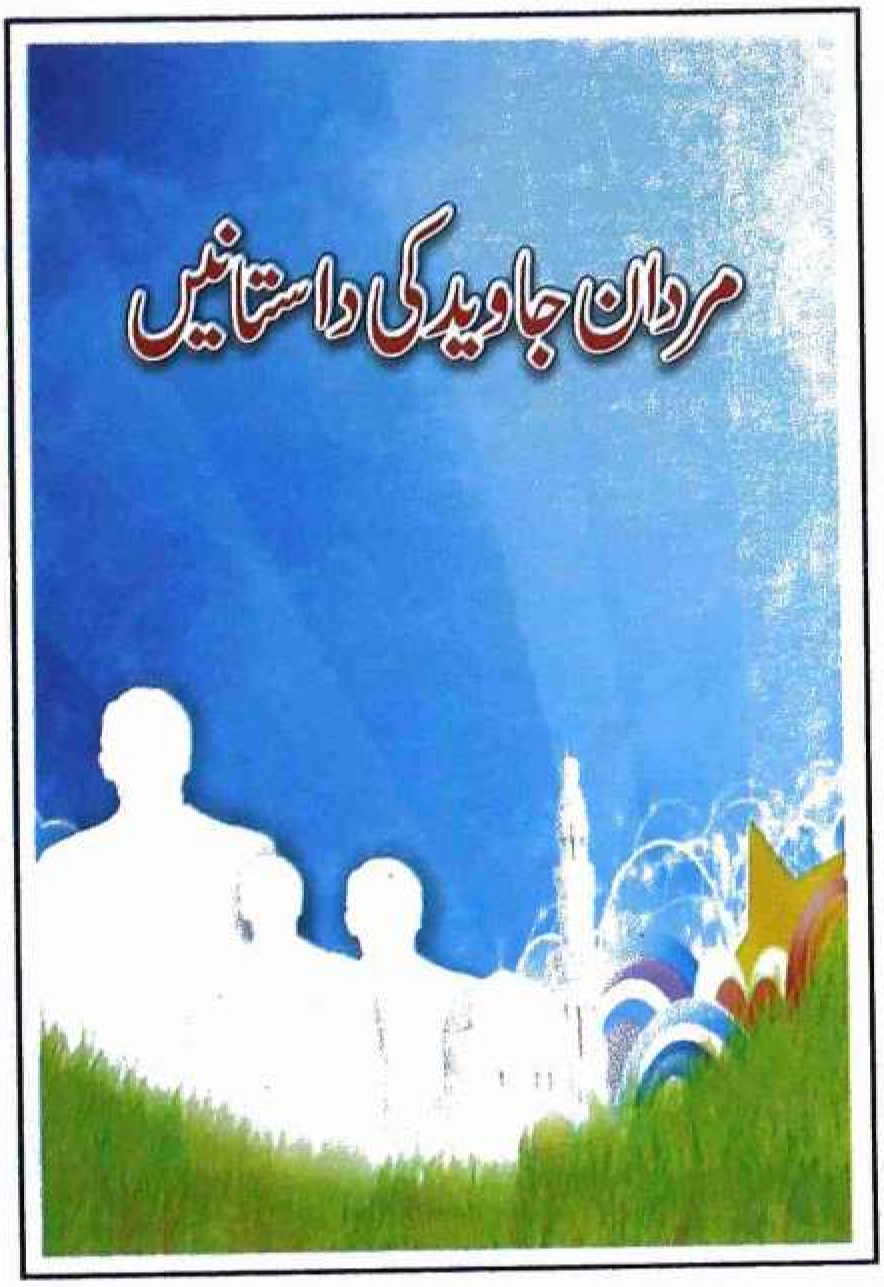
مردان جاوید کی داستانیں